رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۶ | ۱۳/۱۵ جولائی ۱۹۱۸ء | شنبہ و سہ شنبہ | ۳/۵ شوال ۱۳۳۶ ہجری | نمبر ۴/۵

مدینۃ المسیح

دار الامان میں ۱۱ جولائی کو عید ہوئی۔ نماز عید جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے عیدگاہ میں پڑھائی جہاں سایہ کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں اور بچوں کو خصوصاً گرمی سے بہت تکلیف ہوئی۔ خطبہ عید ایک بڑ کے درخت کے نیچے مردوں اور عورتوں کو جمع کر کے پڑھا گیا۔

میاں مہر دین سکنہ قادیان جو ایک مخلص احمدی تھے چند روز بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار رہ کر ۱۴ جولائی کو فوت ہو گئے۔ اور مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون احباب جنازہ غائب پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں۔ چند ہی دن ہوئے رمضان ختم ہونے کے ساتھ ہی پہلے کی نسبت م

اخبار احمدیہ

لنڈن کا خط

واحمدی جناب مفتی محمد صادق صاحب مبلغ کا تازہ انگریزی خط ذیل کی خوشخبریوں پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ہے۔ کہ لنڈن میں ہمارا کام بہت بابرکت ہو رہا ہے۔ میرے ونٹ نور سے روانہ ہونے سے پیشتر ایک لیڈی مشرف باسلام ہوئی تھی۔ جس کا نام مس سالٹر تھا۔ اسلامی نام حلیمہ رکھا گیا۔

گذشتہ ہفتہ ایک انگریز لیڈی سے ملاقات ہوئی جو اپنے دو مسلمان دوستوں کی ملاقات سے بعد متاثر تھی۔ لمبی گفتگو کے بعد ہر سہ صاحبان احمدی مسلمان ہوئے۔ لیڈی کا اسلامی نام فاطمہ رکھا گیا۔ رچاردوں کی بیعت فارم پہنچ گئی ہے)

ایک مجمع میں لیکچر ۳۰ مئی کو ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی جس میں ہر ایک مذہب و ملت کے قریباً ۴ ہزار مرد و عورت جنگ میں فتح کے لئے دعا کرنے کے واسطے جمع ہوئے تھے۔ جب میں ہال میں داخل ہوا۔ تو پلیٹ فارم پر لارڈ میئر کے پاس مجھے جگہ دی گئی۔ میں نے موقعہ پا کر حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں۔ عام قبولیت دعا کا ذکر کرتے ہوئے پیشگوئی متعلقہ موجودہ جنگ کا بھی ذکر کیا۔ صاحب موصوف نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور اُن چند آدمیوں میں سے ایک میں بھی تھا جن کے ساتھ انہوں نے بوقت روانگی مصافحہ کیا۔

بسم اللہ پر وعظ جمعہ کے روز میں نے "بسم اللہ" پر وعظ کیا۔ اور اس طرح دیگر کتب مقدسہ کی ابتداء کو قرآن مجید کی ابتداء سے مقابلہ کرتے ہوئے اس مختصر جملہ کے وسیع معنوں پر روشنی ڈال کر اسلام کا بےمثل مذہب ہونا ثابت کیا۔ وعظ کے ختم ہونے پر ایک انگریز لیڈی نے جو ابھی تک تحقیقات کر رہی ہے۔ اپنے لئے "بسم اللہ" کا نام پسند کیا۔

ایک اور لیڈی مسلمان اخویم المکرم قاضی محمد عبد اللہ صاحب ... تبدیلی آب و ہوا بیرونجات میں تشریف لے گئے الحمد للہ ان کا باہر جانا بہت مفید ہوا۔ لٹریچر تقسیم کیا قرآن مجید کی پندرہ کاپیاں فروخت کیں۔ ایک لیڈی احمدی مسلمان ہوئی جس کا نام صالحہ رکھا گیا۔ اور دوسری نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی نبوت کی تصدیق کی۔

"۱۲۔ مئی کو میں نے "حضرت مسیح موعود کی سوانح" پر ایک لیکچر دیا۔ اشتہار پہلے شائع کر دیا گیا تھا۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ جن پر بہت اچھا اثر ہوا۔ بعض نے سوالات کئے جن کا جواب دیا گیا۔

مضامین کی قبولیت میرے بعض مضامین جو میں نے یہاں انگریزی اخبار میں لکھے تھے بہت مقبول ہوئے۔ کچھ ہندوستان بھی پہنچے۔ وزیر اعظم و وائسرائے ہند اور لفٹنٹ گورنر پنجاب کی طرف سے شکریہ کے خطوط موصول ہوئے۔

ونٹ لوز سے میری روانگی پر وہاں کے بچوں نے ایک نظم لکھی جو برائے طبع ایک ایڈیٹر کی خدمت میں بھیج دی گئی ہے۔

کام کی کثرت تبلیغ کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔ پرونا اور خطوط کا لکھنا اور ٹائپ کرنا انہیں روانہ کرنا۔ کتابیں باہر بھیجنا ملاقاتیں کرنا اور مہمانوں کی میزبانی کرنا لیکچروں کے لئے مطالعہ کرنا اور پھر اس کیساتھ تمام ضروریات اور سودا سلف بازار سے خریدنا پڑتا ہے ہمیں ایک کلرک اور ایک خادم کی بہت ضرورت ہے براہ مہربانی ہماری ان تکالیف کی طرف احباب توجہ فرماویں۔ اور ولایت فنڈ کو اس قدر مضبوط کر دیں کہ ہم ایک خادم اور ایک کلرک رکھ سکیں۔ کلرک ۸ پونڈ اور خادم ۴ پونڈ ماہوار پر مل سکتا ہے۔

آسٹریلیا میں تبلیغ ملک آسٹریلیا میں صوفی حسن موسیٰ خان صاحب نے انگریزی رسالجات "اسلام" اور "خدا کے زبردست نشانات" مختلف اخبارات کے ایڈیٹروں کو بھیجے۔ جو بہت اچھے ریویو کر رہے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے نام کی اشاعت خوب ہو رہی ہے۔ اللھم زد فزد

بمبئی کے کوائف ماسٹر عبد الرحیم صاحب نیر کی اطلاع سے معلوم ہوا کہ ۱۴۔ جون کو جناب حافظ روشن علی صاحب نے خطبہ جمعہ میں یہ آیت پڑھ کر یمنون علیک ان اسلموا الآیہ صحابہ کے ایثارات اور ان کی قربانیوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا۔ جب ان لوگوں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اسلام لانے کے باعث ہم پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ احسان تو اللہ کا ہے۔ جس نے تم کو نعمت اسلام سے معزز فرمایا۔ تو جائے غور ہے کہ ایسی قربانیاں کرنے والوں کے متعلق یہ ارشاد ہے۔ تو وہ لوگ جن کی اتنی قربانیاں نہ ہوں۔ وہ کب مستحق ہو سکتے ہیں کہ اپنے اسلام قبول کرنیکا کسی پر احسان دھریں۔

۱۶۔ جون کو جناب حافظ روشن علیصاحب کا لیکچر صبح و شام دونوں وقت ہوا۔ حاضرین میں انجمن ضیاء الاسلام کے سکرٹری اور مسٹر ڈیوڈ آف بیروشمن (جو ایک یہودی عیسائی ہوئے ہیں) موجود تھے۔ حافظ صاحب کے لیکچر کا عنوان "اسلام کو دیگر مذاہب پر کیا فوقیت ہے" تھا۔ جس میں آپ نے مندرجہ ذیل امور کو نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کیا۔ (۱) خدا کے اعلیٰ و کامل اوصاف بیان کرے۔ (۲) واضح اور کھلا ہو (۳) جو کچھ اس کے دلائل دے۔ (۴) محض مستقبل کے انعامات ہی نہ بتلائے اور قیامت اور قیامت کے وعدوں کا ہی ذکر نہ کرے۔ بلکہ دنیا میں بھی کوئی انعامات بتائے (۵) اس کا کوئی حکم ایسا نہ ہو جس پر عمل کرنا محال ہو۔ اس میں خدا رسیدہ لوگ معجزات و کرامات کے ساتھ پیدا ہوتے رہیں۔ (۷) کسی ایسی زبان میں ہو جو زندہ و رائج ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی ڈاک کے متعلق اطلاع

اکثر احباب حضرت خلیفۃ المسیح کے خطوط میں لکھتے ہیں۔ کہ افسر ڈاک اس خط کو پیش کر دیں۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ بعض لوگوں کو شاید یہ خیال ہے کہ ڈاک حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ میں جانے کی بجائے کسی اور کے ہاتھ میں جاتی ہے اس لئے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے اور بعض دوسرے امور کے متعلق میں یہ اطلاع شائع کرتا ہوں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح کے نام کی کل ڈاک براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ میں جاتی ہے۔ اور حضور آپ پہلے پڑھتے ہیں۔ اور پڑھ چکنے کے بعد جواب کے لئے خادم ڈاک کو دیجاتی ہے۔

(۲) بعض اہم خطوط کا جواب حضرت خود اپنے ہاتھ سے بھی لکھتے ہیں۔

(۳) اکثر خطوط کا جواب حضرت خود لکھواتے ہیں۔

(۴) ایسے خطوط بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ جن کا جواب محکمہ ڈاک اصولی طور پر خود دیدیتا ہے۔

(۵) جو لوگ روزانہ دعا کے لئے خط لکھتے ہیں۔ اگر جوابی کارڈ ہو تو ان کو روزانہ اطلاع دیجاتی ہے۔ ورنہ ہفتہ میں ایکبار دعا کے تمام خطوط کو لیکر ایک فہرست دعا روزانہ مرتب ہوتی ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور دعا کے لئے پیش کی جاتی ہے۔

(۶) بعض خطوط پر پتہ نہیں ہوتا۔ یا نام اور پتہ خوشخط نہیں ہوتا ایسے خطوط کا جواب دینے سے محکمہ ڈاک معذور رہتا ہے۔ اس لئے آئندہ ہر خط پر پورا پتہ اور خوشخط ہونا چاہئے۔

(۷) بعض خطوط حضرت جواب کے لئے رکھواتے ہیں۔ انکی صرف رسید دیدیجاتی ہے۔ حضرت فرصت اور موقعہ مناسب پر ان کا جواب لکھواتے ہیں۔ توقف کے باعث اضطراب ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - ۱۳ جولائی ۱۹۱۸ء

بانی آریہ سماج کی غیر وفادارانہ تعلیم میں سے کچھ

گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کے قابل

ستیارتھ پرکاش ضرور ضبط ہونی چاہیئے

(۶)

چونکہ پنڈت دیانند جی بانی آریہ سماج نے اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں جس کے ایک ایک لفظ کو اکثر آریہ صاحبان درست سمجھتے - اور اس میں بیان شدہ ہر بات پر عمل کرنا مذہبی فرض قرار دیتے ہیں۔ گورنمنٹ عالیہ کے خلاف جو تعلیم دیگئی ہے - اس کا کسی قدر نمونہ ہم گذشتہ پرچوں میں پیش کر چکے ہیں - اور کچھ اس وقت کرنا چاہتے ہیں - تاکہ گورنمنٹ اس کے خطرہ اور نقصان سے پوری طرح آگاہ ہو کر اس کے انسداد کی طرف توجہ کرے -

ہم نے ستیارتھ پرکاش پر جس قدر غور و فکر کیا ہے اس کی بناء پر بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف نفرت - اور حقارت پیدا کرنے اور اس کی طرف سے رعایا کے دل میں طرح طرح کے برے خیالات جمانے اور اسے بد دل کرنے کی پوری پوری کوشش اور سعی کی گئی ہے اور یہ مقصد جس طرح بھی حاصل ہوتا نظر آیا ہے اسی طرح حاصل کرنے کے لئے زور لگا لیا گیا ہے - جیسا کہ ستیارتھ پرکاش کے ان حوالوں سے ظاہر ہو رہا ہے - جو پہلے پیش کئے جا چکے ہیں - اور ذیل کا حوالہ بھی اسی امر کی تصدیق کر رہا ہے -

چنانچہ جناب پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۸۹ پر اپنے پیرؤوں کو انگریز افسروں کی نسبت یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ :-

"دیکھیں اپنے ملک کے بنے ہوئے جوتے کو دفتر اور کچہری میں جانے دیتے ہیں - یہاں کے دیسی جوتے کو نہیں - اتنے ہی سے سمجھ لو کہ اپنے ملک کے بنے ہوئے جوتوں کی جتنی قدر و تعظیم کرتے ہیں - اتنی غیر ملک کے باشندوں کی بھی نہیں کرتے"

مذکورہ بالا الفاظ کا مطلب صاف اور واضح ہے - اور ان کے لکھے جانے کی غرض بھی عیاں ہے - کہ انگریزی حکام کی نسبت رعایا کے دل میں یہ خیال پیدا کیا جائے - کہ اسے وہ نہایت ہی ذلیل سمجھتے - اور بہت ہی برا سلوک کرتے ہیں - اب غور کرنیکا مقام ہے کہ وہ لوگ جو پنڈت دیانند صاحب کو رشی قرار دیتے - اور ان کے منہ سے نکلی ہوئی ہر ایک بات کو صحیح اور درست یقین کرتے ہیں - وہ جب اپنے رشی کے منہ سے بالا الفاظ پڑھیں گے تو ان کے دل میں حکام کے متعلق کیا خیالات پیدا ہو نگے کیا وہ انہیں اپنا بہی خواہ اور ہمدرد سمجھ کر ان کے احکام کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھیں گے - یا اپنا دشمن اور بدخواہ خیال کر کے ان کی بات تک سننا گوارا نہ کریں گے - صاف بات ہے کہ ایسے لوگ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک ہی اختیار کر سکتے ہیں - کہ یا تو وہ پنڈت دیانند صاحب کے الفاظ کو صحیح اور درست مان کر اپنے دل میں یہ خیال جما سکتے ہیں کہ واقعی انگریز افسروں کی نگاہ میں ہماری اتنی بھی عزت نہیں ہے - جتنی انگلستانی جوتے کی ہے - اور وہ ہمیں نہایت ہی ذلیل و خوار سمجھتے ہیں - اگر یہ یقین کریں گے - تو ضرور ان کو انگریزوں سے نفرت ہو جائیگی - تو پھر ان کی کسی بات کو بھی خواہ وہ انہیں کے فائدہ کی ہو گی خوشی اور رضامندی سے ماننے کے لئے تیار نہ ہونگے - یا انہیں پنڈت صاحب کے الفاظ کو غلط قرار دیکر ترک کرنا پڑیگا - اور سچے دل کے ساتھ حکام کے ساتھ وفاداری اور اطاعت شعاری کا ثبوت دینا ہوگا - یہ نا ممکن ہے کہ ایک طرف تو وہ پنڈت دیانند صاحب مہاراج کے مذکورہ بالا الفاظ کو دل و جان سے صحیح اور درست بھی مانیں - اور دوسری طرف حکام انگریزی کے ساتھ مخلصانہ اور وفادارانہ تعلقات بھی قائم رکھ سکیں جب ایسی حالت میں آریہ صاحبان کو کیا کرنا چاہئے - اور کونسا رستہ اختیار کرنا چاہئے - اس کے متعلق ہم صرف اتنا ہی عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ جو پہلو انہیں صداقت اور راستی پر مبنی نظر آتا ہے - اور جس میں وہ اپنا فائدہ اور نفع دیکھتے ہیں - اسے اختیار کریں - اور جو پہلو کذب اور باطل پر دکھائی دیتا ہے اور جس میں ان کا گھاٹا اور نقصان ہے - اسے ترک کر دیں -

جہاں تک ہمارا خیال ہے سمجھدار اور عقلمند آریہ لوگ

یہ تسلیم کریں گے۔ کہ باوجود انگریزی حکام کا اپنے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک اور نہایت ہمدردانہ برتاؤ ہوتا دیکھ کر اس بات کو درست مان لیں کہ انگریز اپنے ملک کے بنے ہوئے جوتوں کی جتنی قدر و تعظیم کرتے ہیں۔ اتنی ان کی نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اعلےٰ درجہ کے انگریز حاکم اپنی رعایا کے ساتھ نہایت عمدہ اور مشفقانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کے جذبات۔ اور احساسات کا حتی الامکان خیال رکھتے ہیں۔ ان کی عزت و آبرو کی جہاں تک ہو سکے قدر کرتے ہیں۔

پھر کیا اس میں کوئی شک ہے کہ انگریزی حکام کی رعایا پروری کی وجہ سے ہی بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر آریہ صاحبان کام کرتے رہے۔ اور کر رہے ہیں۔ کیا اس میں کوئی کلام ہے کہ ذمہ دار آریہ صاحبان کے ساتھ انگریز حاکم نہایت دوستانہ طریق سے ملتے اور بڑی خوشی کر شرف باریابی بخشتے ہیں۔ اگر نہیں تو کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ انگریز ان کی اتنی بھی قدر نہیں کرتے جتنی اپنے ملک کے جوتوں کی۔ ہمارا خیال ہے کہ پنڈت دیانند صاحب نے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے ملنا پسند نہیں کیا۔ اور اپنی گورنمنٹ قائم کرنے کے شوق سے گورنمنٹ کے خلاف اس قسم کے خیالات پھیلانے کی ضرورت سمجھی ہے ورنہ اگر وہ اعلیٰ حکام سے ملتے۔ ان سے گفتگو کرتے۔ ان کی باہمی شفقت ان کے سلوک اور برتاؤ کو دیکھتے۔ تو ہرگز ایسی سخت رائے قائم کرتے۔ اور اس طریق سے رعایا کے دل میں نفرت اور حقارت پیدا کرنے کی ضرورت نہ سمجھتے

کیسے تعجب کی بات ہے۔ کہ پنڈت دیانند صاحب تو فرماتے ہیں۔ کہ انگریز ہندوستانیوں کی اتنی بھی قدر نہیں کرتے جتنی اپنے ملک کے بنے ہوئے جوتوں کی کرتے ہیں۔ لیکن انگریزوں کو دیکھئے ان میں سے سب سے بڑا انگریز حاکم یعنی وائسرائے ہند ان کی مذہبی انشی ٹیوشن کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشتا ہے۔ اور کارکن اصحاب کو ملاقات کا موقعہ دیتا ہے۔ یہ آریہ صاحبان کی قدردانی اور دلداری کے لئے نہ تھا۔ تو اور کیا تھا۔ اگر اس زمانہ میں پنڈت دیانند صاحب زندہ ہوتے اور اپنے پیروؤں کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کا نہایت مشفقانہ سلوک دیکھتے تو انہیں ضرور اپنی رائے پر نظر ثانی کرنیکی ضرورت پڑتی اور وہ اس کو بدل دینے کے لئے مجبور ہوتے۔ لیکن افسوس کہ اب وہ تو زندہ نہیں ہیں۔ اور ان کے مذہبی جو خطرناک اور نقصان رساں الفاظ نکل چکے ہیں۔ وہ ستیارتھ پرکاش کے صفحات میں موجود ہیں۔ جو عقیدت مندوں پر مضر اثر ڈال رہے ہیں۔ اور وہ باوجود انگریزی حکام کے حسن سلوک اور مہربانانہ برتاؤ کے ان کو نادرست ماننے کے لئے تیار اور آمادہ نہیں ہیں۔ کیا اس طرح اس بات کا خطرہ نہیں ہے۔ کہ گورنمنٹ کے خلاف آریہ سماجی حلقہ میں اندر ہی اندر نفرت اور حقارت کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ اور پھر کسی نہ کسی دن ان کا امن شکن اور فساد کن نتیجہ بھی رونما ہوگا۔ پس جب ایسی حالت ہے۔ تو ضروری ہے کہ گورنمنٹ ستیارتھ پرکاش کی اس غیر وفادارانہ اور حکام سے نفرت دلانے والی تعلیم کے مضر اثرات سے لوگوں کو بچانے کے لئے اس کی اشاعت کو روک دے۔ ورنہ وہ لوگ جو مذہبی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے متعلق سمجھ لینا چاہئے۔ کہ وہ ان الفاظ اور اس تعلیم کو جو گورنمنٹ کے خلاف دی گئی ہے۔ صحیح اور درست ماننے کے ساتھ ان پر عمل کر کے کیا گل کھلائیں گے۔ اور کیسی کیسی مشکلات میں خود بھی پڑیں گے۔ اور دوسروں کو بھی ڈالیں گے۔

گورنمنٹ عالیہ غالباً اس بات سے ناواقف نہیں ہوگی۔ کہ مشرقی اقوام کے مذہبی جذبات اور احساسات کو بھڑکا کر اور انہیں مذہبی طور پر کسی بات کے صحیح اور درست ہونیکا یقین دلا کر کیسے کیسے خطرناک نتائج پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ آریہ صاحبان بھی مشرقی اقوام میں سے ایک قوم ہے۔ اس لئے ان کے متعلق بھی وہی یقین کیا جا سکتا ہے۔ جو دوسری اقوام کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے ان کا ستیارتھ پرکاش کو قابل عمل اور لائق اتباع سمجھنا۔ اور اس کے ایک ایک لفظ کو درست اور صحیح ماننا ہر ایک دور اندیش انسان کو یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ چونکہ گورنمنٹ کے خلاف مذہبی طور پر ان کے جذبات کو بھڑکانے میں کمی نہیں کی گئی۔ اس لئے ان کے ذریعہ کسی نہ کسی وقت ضرور خطرناک نتائج پیدا ہونگے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر اس بات کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کو ستیارتھ پرکاش کے ضبط کرنے کی کس قدر ضرورت ہے اور اگر ضبط نہ کی گئی تو اس کی وجہ سے کیسے برے نتائج نکلنے کا خطرہ ہے۔

اس سلسلہ مضامین میں ہم کسی جگہ بیان کر آئے ہیں کہ پنڈت دیانند جی نے آریوں کو گورنمنٹ سے بدظن اور بددل کرنے کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ اور ہر ایک وہ طریق جو ان کی سمجھ میں آیا ہے۔ اس سے گورنمنٹ کے متعلق نفرت اور حقارت پیدا کرنیکا کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ دیکھئے مذکورہ بالا حوالہ میں تو انگریز حکمرانوں کی مذمت کر کے اور آریوں کی خواہ مخواہ بے قدری اور بے عزتی جتلا کر اپنا مقصد پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور مندرجہ ذیل حوالہ میں انہیں کسی نامعلوم زمانہ کی فرضی شان و شوکت کا ذکر سنا کر لعنت ملامت کر کے اور حد درجہ کی ذلیل زندگی بسر کرنے والا قرار دیکر غیرت دلائی گئی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

"شروع دنیا سے لیکر مہابھارت تک چکرورتی یعنی تمام روئے زمین پر حکومت کرنے والے راجا آریہ کل میں ہی ہوتے تھے اب ان کی اولاد اپنی بدبختی کے باعث راج کھو کر غیر ملک والوں کے پاؤں تلے دب رہی ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۶۲)

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پنڈت دیانند صاحب کے نزدیک آریوں کا گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ ہر طرح کے آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنا انگریزوں کے پاؤں تلے دبنا یعنی نہایت ذلیل ہو کر رہنا ہے۔ اب غور کیجئے کہ اگر ہر ایک آریہ اپنے دل میں اس بات کا یقین کرے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت میں نہایت ذلیل ہو رہا ہوں۔ تو اس کا

کیا نتیجہ نکلیگا۔ یہی کہ اس کا دل غم اور غصہ سے بھر جائیگا۔ اور وہ غیظ و غضب سے اندھا ہو کر اس دھن میں لگ جائیگا۔ کہ جس طرح بھی ہو گورنمنٹ کو نقصان پہنچایا جائے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنے آپ کو آزاد کر لے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی ایسا وقت آ جائے جب کہ تمام کے تمام آریہ صاحبان ستیارتھ پرکاش کے اس حوالہ کو صحیح اور درست مان کر اس کے مطابق عمل درآمد شروع کر دیں۔ یعنی اس "بدبختی" کے دور کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں جو پنڈت دیانند صاحب نے "راج کھو کر غیر ملک والوں کے پاؤں تلے دبنے" کی وجہ سے ان کی طرف منسوب کی ہے۔ تو جو کچھ ظہور پذیر ہوگا۔ اس کا تصور بھی کرنے سے دل کانپ اٹھتا اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس کیا ایسے خطرناک الفاظ کے مضر اثر سے اپنی رعایا کو بچانا گورنمنٹ عالیہ کا فرض نہیں ہے۔ اگر فرض ہے اور ضرور فرض ہے۔ تو پھر اسے ضرور "ستیارتھ پرکاش" کو ضبط کر لینا چاہیئے۔ تاکہ اس طرح نہ صرف سلطنت اور دوسرے لوگ اس خطرہ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔ جو اس قسم کی غیر وفادارانہ تعلیم کے نتیجہ میں رونما ہوا کرتا ہے۔ بلکہ آریوں کو بھی بہت بڑا فائدہ ہو کر ان کے دل و دماغ اس سے متاثر ہونے سے محفوظ ہو جائیں۔ اور وہ کوئی بیجا کارروائی کرنے کے مرتکب نہ ہو سکیں۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اگر آریہ صاحبان ستیارتھ پرکاش کی نسبت اپنی مذہبی عقیدتمندی کو الگ کر کے سوچیں اور غور کریں۔ تو ضرور سمجھ جائیں گے کہ اس میں گورنمنٹ کے خلاف جو تعلیم دی گئی ہے اس کو صحیح اور درست ماننا ان کے لئے کسی صورت میں بھی مفید اور فائدہ رساں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سراسر نقصان اور گھاٹے کا ہی موجب ہے۔ کیونکہ اس گورنمنٹ کے خلاف اپنے دل میں غیر وفادارانہ خیالات کو جگہ دینا۔ جو کیا بلحاظ عدل و انصاف اور کیا بلحاظ مہربانی اور شفقت اپنی رعایا کی بہت خیرخواہ ہے۔ اور اس کے آرام و آسائش۔ ترقی اور عروج کے لئے کوشاں رہتی ہے گویا اپنی بربادی کا خود سامان کرنا ہے۔ پس جبکہ سمجھدار آریوں کے نزدیک بھی ستیارتھ پرکاش کی اس تعلیم پر عمل کرنا جو گورنمنٹ کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتی۔ اور غیر وفادارانہ خیالات کو ترقی دیتی ہے۔ خطرناک ہے۔ تو پھر ان کو چاہیئے کہ عوام الناس کو اس خطرہ سے بچانے کی خاطر اس کی ضبطی کے متعلق ہماری تائید کریں۔ لیکن اگر وہ اس تعلیم کو نقصان رساں نہیں سمجھتے۔ تو جن خدشات کی طرف ہم نے اپنے مضامین میں مختصر اشارہ کیا ہے۔ ان کے متعلق گورنمنٹ عالیہ کا اطمینان کرانے کے علاوہ ہم لوگوں کو بھی جن کے دل ستیارتھ پرکاش کی اس قسم کی تعلیم کی موجودگی میں کانپ رہے ہیں مطمئن کیجئے۔ اور ہمارے خوف و ہراس کو بھی دور کیجئے۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ کریں تو پھر گورنمنٹ کو چاہیئے۔ کہ خود اس معاملہ میں دخل دے اور ستیارتھ پرکاش کی خطرناک تعلیم سے عوام الناس کو بچانے کے لئے اسے ضبط کرے۔ ورنہ جس جس ڈھنگ سے اس میں حکومت کے خلاف لوگوں کو اکسایا۔ اور اشتعال دلایا گیا ہے۔ وہ ضرور رنگ لائیگا۔ اور ہماری امن پسند اور وفادار رعایا کو مشکلات اور مصائب میں مبتلا کریگا

اس وقت تک "ستیارتھ پرکاش" میں سے گورنمنٹ کی نسبت نفرت اور حقارت پھیلانے اور اس کے خلاف اکسانے کے متعلق جس قدر حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ وہ نہایت صاف طور پر اپنے مطلب کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور حوالہ بھی ہم گورنمنٹ کی توجہ کے لئے پیش کرتے ہیں

جناب پنڈت دیانند صاحب ہندوؤں کے اس قدیم خیال کی تردید کرتے ہوئے۔ کہ آریہ ورت ملک کے باشندوں کا آریہ ورت ملک سے غیر ملکوں میں جانے سے آچار بگڑ جاتا ہے لکھتے ہیں۔ کہ

"کیا مختلف ملکوں۔ اور براعظموں میں حکومت اور بیوپار کرنے کے بغیر کبھی اپنے ملک کی ترقی ہو سکتی ہے۔ اگر اپنے ملک ہی میں اپنے ملک کے باشندے معاملات کریں۔ اور غیر ملک والے ان کے ملک میں تجارت یا حکومت کریں تو بجز مفلسی اور دکھ کے دوسرا کچھ بھی نہیں ہو سکتا"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پنڈت دیانند صاحب کے نزدیک یہ بات غلط ہے کہ آریہ ورت کے لوگوں کا دوسرے ممالک میں جانا کسی قسم کے نقصان کا موجب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح مختلف ملکوں اور براعظموں میں حکومت اور بیوپار کرنے کے بغیر کسی ملک کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آریہ ورت بھی اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ آریہ ہندوستان کے علاوہ دیگر ملکوں اور براعظموں میں حکومت اور بیوپار نہ کریں۔ اس کے ثبوت میں پنڈت صاحب موصوف یہ بات پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر اپنے ملک ہی میں اپنے ملک کے باشندے معاملات کریں اور غیر ملک والے ان کے ملک میں تجارت یا حکومت کریں۔ تو بجز مفلسی اور دکھ کے دوسرا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

ان الفاظ میں پنڈت دیانند صاحب نے آریوں کو نہ صرف ہندوستان پر حکومت اور تجارت کرنے کی ترغیب دی ہے۔ بلکہ ترقی کرنے کے لئے دوسرے ملکوں اور براعظموں پر بھی حکومت کرنے کی تاکید کی ہے۔ وہاں یہ اصول بتلا کر کہ اگر غیر ملک والے کسی ملک میں حکومت یا تجارت کریں تو بجز مفلسی اور دکھ کے دوسرا کچھ بھی نہیں ہو سکتا گورنمنٹ کے خلاف سخت نفرت بھی پھیلائی ہے۔ کیونکہ یہ صاف بات ہے۔ کہ انگریز صاحبان آریہ ورت کے باشندے نہیں ہیں۔ بلکہ ایک غیر ملک کے باشندے ہیں اس لئے پنڈت صاحب کی پہلی زد انہیں پر پڑتی ہے جو کہ ہندوستان میں نہ صرف تجارت ہی کر رہے ہیں۔ بلکہ حکومت بھی کرتے ہیں۔

پس جبکہ ان دونوں باتوں سے کسی ایک کے پائے جانے سے ہی پنڈت دیانند صاحب کے نزدیک ایک ملک میں بجز مفلسی اور دکھ کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو ہندوستان جہاں یہ دونوں پائی جائیں۔ یعنی جس میں غیر ملک کے باشندے تجارت بھی کرتے ہیں۔ اور حکومت بھی اس کی نسبت کیا کچھ نہ خیال کیا جائیگا۔

اب غور کرنیکا مقام ہے کہ وہ لوگ جو ستیارتھ پرکاش کو اپنی مذہبی کتاب تسلیم کرتے ہیں حضور پنڈت دیانند

صاحب کی باتوں کو صحیح اور درست مانتے ہیں۔ ان کے دل میں مندرجہ بالا الفاظ سے گورنمنٹ کے متعلق کیا خیالات پیدا ہونگے۔ کیا اس میں کچھ شک ہے کہ جو شخص ان الفاظ اور ان کے مطالب کو درست تسلیم کریگا۔ اسے ماننا پڑیگا۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کی ہندوستان پر حکومت ہونے کی وجہ سے اس میں مفلسی اور دکھ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پھر کیا اس میں کچھ شک ہے۔ کہ جن لوگوں کے دلوں میں گورنمنٹ کے متعلق یہ خیالات جاگزیں ہو جائیں گے۔ وہ گورنمنٹ کے خلاف ہر ممکن کوشش اور سعی کرنے سے باز رہینگے۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے ذریعہ ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ مذہبی عقیدت رکھتے ہیں۔ اور اس کی باتوں کو درست سمجھتے ہیں۔ گورنمنٹ کے متعلق کس قسم کے خیالات پلتے جاسکتے ہیں۔ اور پھر ان کا نتیجہ کیسا تباہ کن اور خطرناک نکل سکتا ہے۔ چونکہ ایسی حالت میں گورنمنٹ کا ستیارتھ پرکاش کو ضبط نہ کرنا درگذر اور چشم پوشی کے زیر سایہ غیر وفادارانہ خیالات کی پرورش ہونے دینا ہے۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ضرور اس طرف توجہ کی جائیگی۔

اگر آریہ صاحبان محض مذہبی عقیدت کی وجہ سے ستیارتھ پرکاش کی ہر ایک بات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ اور اس کے متعلق غور و فکر سے کام لیں۔ تو اس میں گورنمنٹ کے خلاف جس جس مقام پر بھی اکسایا اور اشتعال دیا گیا ہے اس کی غیر معقولیت فوراً سمجھ میں آسکتی ہے۔ چنانچہ اسی حوالہ کو دیکھئے۔ جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے۔ اس میں ایک طرف تو جناب پنڈت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ کوئی ملک اس وقت تک ترقی ہی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے باشندے دیگر ممالک میں جا کر تجارت اور حکومت نہ کریں۔ اور دوسری طرف یہ لکھتے ہیں کہ جس ملک میں غیر ملک والے باشندے تجارت یا حکومت کریں اس میں بجز مفلسی اور دکھ کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آریہ ورت کے رہنے والوں کو اپنے ملک کی ترقی کے لئے دوسرے ملک میں ہی نہیں بلکہ پرا ضلعوں میں بھی تجارت اور حکومت کرنیکا حق حاصل ہے۔ تو ان ممالک کے باشندوں کو اپنے ملک کی ترقی اور بہبودی کے لئے آریہ ورت میں حکومت یا تجارت کرنیکا کیوں حق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر آریہ ورت کے باشندوں کے آپس میں معاملات کرنے اور غیر ملک والوں کے ان کے ملک میں تجارت یا حکومت کرنے سے آریہ ورت میں بجز مفلسی اور دکھ کے دوسرا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تو جس ملک میں آریہ ورت کے لوگ "غیر ملک والے" ہو کر تجارت اور حکومت کریں گے اس میں بجز مفلسی اور دکھ کے کچھ اور کس طرح ہو سکیگا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے ستیارتھ پرکاش کے ماننے والوں میں سے کوئی بھی اس عقدہ کو سوائے اس طریق کے حل نہیں کر سکتا۔ جو پنڈت دیانند صاحب نے اپنی ایک اور تصنیف رگوید بھاشیہ مطبوعہ سمت ۱۹۴۵ بکرمی کے صفحہ ۲۰ پر بایں الفاظ بتایا ہے کہ

"... جو ناستک نندک داو صورت منش ہیں وے سب ہم لوگوں کے نو اس ستھان سے دور چلے جائیں - ارتھات او صری رجو ویدوں کو نہیں ملتے) پرنس کسی دیش میں نہ رہیں"

ان الفاظ میں پنڈت دیانند صاحب نے تمام غیر مذاہب کے لوگوں کے لئے جو خیال ظاہر کیا ہے وہ (خدانہ کرے) اگر پورا ہو جائے۔ تو دوسرے ملکوں میں آریوں کا کھلے بندوں حکومت اور تجارت کرنیکا حق ہو سکتا ہے لیکن جب تک وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اور کبھی پورا نہیں ہو گا۔ اس وقت تک وہ الزام پنڈت دیانند صاحب نے غیر ملک کے لوگوں پر آریہ ورت میں حکومت اور تجارت کرنے کی وجہ سے لگایا ہے۔ وہی ان پر لگتا ہے۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پنڈت صاحب نے مذکورہ بالا حوالہ میں جو اصول باندھا ہے۔ وہ کس قدر معقولیت سے دور اور تعصب پر مبنی ہے۔ یہی حال ان کی دیگر باتوں کا ہے۔

پس جہاں ہم گورنمنٹ عالیہ کو ستیارتھ پرکاش کی خطرناک تعلیم کی طرف توجہ دلا کر اس کی ضبطی کی درخواست کرتے ہیں۔ وہاں سمجھدار اور دور اندیش آریہ صاحبان کی خدمت میں بھی گذارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اس کی تعلیم پر غور و فکر فرما دیں۔ اور اس سے پیدا ہونیوالے نقصانات اور خطرات کو پیش نظر رکھیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ خود ستیارتھ پرکاش کی اشاعت کو روک دیں۔ اور اس طرح گورنمنٹ کے ساتھ اپنی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا ثبوت دیں۔ لیکن اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ تو بہت ہی افسوس اور رنج کا مقام ہو گا۔ اور مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا کہ ستیارتھ پرکاش میں گورنمنٹ کے خلاف جو نفرت اور حقارت کی تعلیم دیگئی ہے۔ اس کو روکنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ہے ایسی صورت میں گورنمنٹ کو خود اس طرف توجہ کرنی چاہیئے اور ستیارتھ پرکاش کی خطرناک تعلیم سے آجکل کے نوجوانوں کو متاثر نہ ہونے دینا چاہیئے۔

ہندو رسم و رواج کا اثر مسلمانوں پر

ابھی حال میں ہمارے پاس ایک دو ورقہ موصول ہوا ہے جس میں سرکاری رپورٹ مردم شماری کے رو سے پنجاب کے مختلف حصص کے مسلمانوں کی مذہبی حالت کا مختصر مگر نہایت ہی افسوسناک نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے۔ کہ یہ لوگ کہلاتے تو مسلمان ہیں لیکن کلمہ تک پڑھنا نہیں جانتے۔ برخلاف اس کے تمام ہندوانہ مذہبی رسومات وغیرہ کے پابند ہیں مثلاً دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ ہولی کھیلتے اور دیوالی بیساکھی مناتے ہیں۔ قانون وراثت کے سخت مخالف ہیں۔ جنتر منتر جادو ٹونے کا رواج ہے۔ قریبی رشتہ داروں میں رشتہ نہیں کرتے۔ نام تک ہندوانہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ واقعی اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ انہیں اسلام سے واقف کیا جائے۔ مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے یہ دو ورقہ قریشی بک ایجنسی

آئینی اصلاحات ہند

ہندوستان کی آئینی اصلاحات کے مسئلہ پر ہز ایکسلینسی حضور وائسرائے اور صاحب وزیر ہند کی رپورٹ کا خلاصہ

رپورٹ کی تمہید

وہ رپورٹ جس میں حضور وائسرائے اور صاحب وزیر ہند نے ہندوستان کی آئینی اصلاحات کے مسئلے پر اپنی سفارشات و آرائے کو قلمبند فرمایا ہے۔ بلحاظ نفس مضمون اس تاریخی دستاویز کے برابر اہمیت رکھتی ہے۔ جس میں لارڈ ڈرہم نے کینیڈا کے نظامِ حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس رپورٹ میں سب سے پہلے ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ جن سے موجودہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ اور پھر اسمیں طریق نظم و نسق اور وضع قوانین کی کونسلوں کے نشو و نما اور ترقی کا حال ہی بیان کیا گیا ہے +

اس رپورٹ میں ان کونسلوں کے کام پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ جو مارلے منٹو کی مشہور و معروف سکیم اصلاحات کی رو سے قائم ہوئی تھیں۔ اور نیز اس مسئلہ کے تمام حالات پر جن میں کانگریس اور مسلم لیگ کی مجوزہ سکیم بھی شامل ہے غور کیگئی ہے۔ اور اس کے بعد پھر چند تجاویز پیش کی گئی ہیں +

قدرتی طور پر ہر شخص سب سے پہلے ان ہی تجاویز کیطرف توجہ کریگا جو اس رپورٹ میں پیش کی گئی ہیں۔ اگرچہ انکو سمجھنے کے لئے پہلے ان کے دلایل کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اس غرض سے کہ پبلک کو ان تجاویز کے دلائل کے سمجھنے اور ان پر غور کرنے کا موقع ملے۔ متذکرہ بالا تمام رپورٹ کتابی شکل میں شائع کر دی گئی ہے +

ہندوستان کے متعلق پالیسی

ہندوستان کے متعلق امپیریل گورنمنٹ (حکومت انگلستان) کی پالیسی جس کا اظہار صاحب وزیر ہند نے ۲۰۔ اگست سنہ ۱۹۱۷ء کو فرمایا تھا۔ یہ ہے کہ ہندوستان میں ان جماعتوں کو جو حکومتِ خود اختیاری (سیلف گورنمنٹ) رکھتی ہیں رفتہ رفتہ اور بتدریج ترقی اور رونق دیجائے۔ تاکہ ہندوستان میں ایک ذمہ وار سیلف گورنمنٹ کے بتدریج قائم ہونیکا مقصد حاصل ہو سکے۔ اور ہندوستانی سلطنت برطانیہ عظمےٰ کا ایک مستقل حصہ قرار دیا جا سکے +

صاحب وزیر ہند نے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ اس مقصد کے حصول کیلئے جسقدر جلد ممکن ہو معقول اور قرار واقعی طریق پر تجاویز ہونی چاہئیں +

منٹو مارلے سکیم سے مقابلہ

یہ پالیسی اس پالیسی سے بالکل مختلف اور کہیں بڑھ کر ہے۔ جسکی طرف لارڈ منٹو اور لارڈ مارلے نے سنہ ۹-۱۹۰۸ء میں قدم بڑھایا تھا۔ لارڈ مارلے نے اس خیال کی نہایت زور سے تردید کی تھی کہ ان کی تجاویز کسی طرح بھی جمہوری حکومت کیطرف قدم بڑھانے والی ہیں۔ لیکن اب صرف سنہ ۱۹۰۹ء کے طریق کو ترقی دینا موجودہ صورت کیلئے مناسب حال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صورت حال اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ ذمہ دار سیلف گورنمنٹ کے لئے فوراً کوئی تجویز عمل میں لائی جائے۔ اور اسکی توسیع کے لئے گنجائش رکھی جائے +

تجاویز

(۱) سب سے پہلی تجویز یہ ہے کہ ہر ایک صوبہ کو بجائے خود ایک علیحدہ خود مختارانہ حیثیت دیدی جائے۔ اور پروونشل (صوبہ کا) بجٹ حکومتِ ہند (گورنمنٹ آف انڈیا) کے بجٹ سے بالکل علیحدہ کر دیا جائے۔ اور موجودہ صورت میں جو مختلف منقسم شدہ مدات بجٹ میں ہوتی ہیں ان کی بجائے صرف ایک مقررہ رقم خزانۂ شاہی میں ہر ایک صوبہ کی گورنمنٹ ادا کر دیا کرے + اس رقم معینہ کے ماسوا ہر ایک صوبہ کی گورنمنٹ کو اپنے مالی معاملات کے تصفیہ کا پورا اختیار ہوگا۔ اور اسکو قرض لینے اور ٹیکس کے لگانے کے کچھ اختیارات بھی حاصل ہونگے۔ اس طریق سے انتظامی اور قانونی امور میں ایک حقیقی تفویض اختیارات عمل میں آجائیگی +

(۲) نظام حکومت کے لئے یہ تجویز پیش کیگئی ہے کہ تمام صوبہ جات میں ایک گورنر ہو۔ جس کے ساتھ ایک انتظامی کونسل بھی مقرر کیجائے۔ انتظامی امور میں حاکم اعلےٰ گورنر ہوگا۔ جس کے ساتھ انتظامی کونسل دو ممبروں کی ہوگی۔ کونسل کے ممبروں میں سے ایک انگریز ہوگا۔ اور دوسرا ہندوستانی۔ اور یہ دونو ممبر گورنر خود نامزد کرے گا +

اگزیکٹو کونسل (مجلس انتظامیہ) کے ساتھ ایک یا زیادہ وزرا ہوں گے جن کو گورنر مجلس واضع قوانین کے منتخب شدہ ارکان میں سے نامزد کریگا اور وہ کونسل کی میعاد تک اس کے ممبر رہینگے +

(۳) نظم و نسق کے متعلق تمام معاملات دو حصوں میں منقسم کر دیئے جائینگے۔ (۱) امور خصوصی۔ (۲) امور عامہ +

امور خصوصی کا انصرام گورنر بہ اجلاس کونسل فرمادینگے اور امور عامہ کا انتظام گورنر اور ان کے وزرا کے ہاتھ میں ہوگا۔ امور خصوصی اور امور عامہ کے درمیان تفریق و تشخیص قدرتی طور پر ہر ایک صوبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ ہوگی۔ جس کا فیصلہ ایک کمیٹی کریگی اس کمیٹی کا ایک پریسیڈنٹ ہوگا جو ہندوستان کے باہر سے آئیگا۔ اور اس کے دو ممبر ہوں گے جن میں سے ایک انگریز افسر ہوگا اور ایک غیر سرکاری ہندوستانی +

وہ محکمہ جات جو قدرتی طور پر تقسیم میں امور عامہ کے ماتحت آسکتے ہیں مفصلہ ذیل ہونگے۔

صوبہ کی اغراض کیلئے ٹیکس۔ لوکل سیلف گورنمنٹ۔ تعلیم۔ تعمیرات عامہ۔ زراعت۔ اکسائز اور مقامی صنعت و حرفت +

گورنمنٹ اس ضروری حد تک جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے قانونی مجالس کے سامنے جواب دہ ہوگی +

(۴) قانونی مجالس میں انتخاب کردہ ارکین کو معقول میجارٹی حاصل ہوگی۔ اور ممبروں کے لئے براہ راست طریق انتخاب ایسا وسیع ہوگا۔ جتنا کہ ممکن ہو سکتا ہے + مسلمانوں کے لئے قومی انتخاب کا حق محفوظ رکھا

جائیگا۔ لیکن دوسری چھوٹی اقوام کی نیابت باستثنائے پنجاب میں سکھ قوم کے نامزدگی کے طریق پر ہوگی

مجالس کی ترکیب اور قابلیت انتخاب جیسے تفصیلی امور کا فیصلہ ایک قائم مقام کمیٹی منتخب کریگی۔ ہرایک کونسل اپنے اراکین میں سے ہرایک ڈیپارٹمنٹ یا مجموعہ ڈیپارٹمنٹ کے لئے ایک مستقل کمیٹی منتخب کریگی جو ممبر انچارج ہوگا یا منسٹر (وزیر) انچارج کیساتھ شامل کی جائیگی۔ اس کو اختیار ہوگا۔ کہ گورنر کی منظوری کے تابع قواعد کار کی ترمیم کرے۔ تمام ممبروں کو تکمیلی سوالات یا تتمہ سوالات کے پوچھنے کا حق حاصل ہوگا۔ کونسل امور خصوصی کے انصرام پر اپنا اثر ڈالیگی اور امور عامہ کی پالیسی کی موثر طور سے نگرانی کریگی۔

یہ کونسل باستثنائے ان خاص قوانین کے جن کے لئے گورنر یہ تصدیق کردے۔ کہ "یہ قوانین اس فرض کے ادا کرنے کے لئے جو اس پر امن عامہ وحفظ عامہ قائم رکھنے کے لئے عائد ہوتی ہے ضروری ہیں" یا وہ اس کے فرائض متعلقہ امور خصوصی کے لئے ضروری ہیں" قانون کی تمام صورتوں کا فیصلہ کریگی۔

(۵) مالی معاملات کے متعلق یہ تجویز ہے۔ کہ مجموعی بجٹ ایگزیکیٹو گورنمنٹ مرتب کریگی۔ سب سے پہلے حکومت ہند کے خزانہ کے لئے رقم مقرر کی جائیگی۔ جو صوبہ کو ادا کرنی ہوگی۔ اس کے بعد صوبہ کی ضروریات کو پورا کیا جائیگا۔ اور اگر محاصل ناکافی ہوں تو پھر گورنر اور اس کے وزرا محصول کے بڑھانے کے سوال کا فیصلہ کرینگے۔ اس کے بعد بجٹ کونسل میں پیش کیا جائیگا۔ جو اس پر بحث کریگی۔ اور تمام مصارف پر بطریق ریزولیوشن رائے دیگی۔

یہ ریزولیوشن تمام امور کے متعلق فیصلہ قطعی سمجھے جائینگے۔ لیکن "امور خصوصی" کے متعلق اگر کونسل کوئی رقم نامنظور کردے۔ یا اس کو ترمیم کردے۔ تو اس کا آخری فیصلہ گورنر کے ہاتھ میں ہوگا۔ مگر ایسی صورت میں بھی یہ شرط لازمی ہے۔ کہ گورنر اس امر کی تصدیق کرے۔ کہ یہ مصارف امن عامہ حفظ عامہ۔ یا حکومت کو اچھی حالت میں رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

ان تجاویز کا اثر یہ ہوگا۔ کہ ہرایک صوبہ کو مالی۔ انتظامی۔ اور قانونی طور پر حقیقی معنوں میں حکومت خود اختیاری حاصل ہوجائیگی۔ اور قانونی مجالس (جن میں انتخاب شدہ اراکین کو کثرت یعنی میجارٹی حاصل ہوگی) کے ذریعہ انتخاب کرنے والوں کا اثر تمام انتظامی امور پر پڑ جائیگا۔ اور اس طرح صوبہ کی براہ راست نگرانی ان سوالات اور معاملات پر رکھی جائیگی۔ جو ہندوستان کی ترقی سے وابستہ ہیں

ان تجاویز سے مقصود یہی ہے کہ جوں ہی حالات اجازت دیں۔ ہندوستان کو پوری ذمہ داری دیدی جائے۔ اور ان حالات کو ترقی دینے کے لئے یہ تجویز کی جاتی ہے۔ کہ ہر پانچ سال کے بعد امور خصوصی اور امور عامہ کی فہرست پر حکومت ہند نظر ثانی کرلیا کرے اور ہر دس سال گذرنے کے بعد تمام حکومت کے نظام ترکیبی پر ایک پارلیمنٹری کمیشن دوبارہ غور و فکر کرلیا کرے۔ تا کہ اس طرح سے اس نظام میں ترقی ہوتی رہے۔ یہ بھی سفارش کی گئی ہے کہ ہر بارہ سال کے وقفہ کے بعد وقتی کمیشنوں کا تقرر عمل میں آئے۔ تا کہ وہ مزید ترقی کے معاملہ پر غور کریں۔

حکومت ہند آئینی اصلاحات کا مسئلہ جہانتک کہ حکومت ہند کے نظام کا تعلق ہے۔ زیادہ پیچیدہ ہے۔ کیونکہ جب تک کہ پورے طور پر تمام صوبوں میں حکومت خود اختیاری قائم نہ ہوجائے اس وقت تک حکومت ہند پارلیمنٹ انگلستان کے نزدیک ذمہ وار ہے۔ اور اس لئے حکومت ہند کے لئے ایسے معاملات میں جن کو وہ امن عامہ اور حفظ عامہ اور عمدہ حکومت کے لئے ضروری خیال کرتی ہے پورے اور کامل اختیارات کا اپنے ہاتھ میں رکھنا لازم ہے۔ اس واسطے جہاں ہر صوبہ کے لئے صرف ایک ایوان (چیمبر) تجویز کیا گیا ہے وہاں حکومت ہند کے لئے دو ایوان (چیمبرز) تجویز کئے گئے ہیں۔

امور انتظامیہ کے فیصلے تو جیسا کہ موجودہ صورت ہے گورنر جنرل باجلاس کونسل ہی کریں گے۔ ہاں اس میں اس قدر تبدیلی ہوگی کہ وائسرائے کی کونسل میں بجائے ایک ہندوستانی کے دو ہندوستانی ممبر ہونگے۔ اور جو حدود وقیود اس وقت ممبروں کے تقرر پر ہیں وہ دور کردیجائیں گے۔

وائسرائے کی مجلس قانونی ایک مجلس قانونی مقرر ہوگی۔ جس کے اراکین یکصد ہونگے۔ جن میں دو تہائی تو منتخب شدہ ممبر ہونگے۔ اور ایک تہائی نامزدہ۔ مسلمانوں کے لئے قومی انتخاب بحال رہیگا۔ اور پنجاب میں سکھ قوم کے لئے بھی انتخاب کا حق قائم کیا جائیگا۔

دوسرا ایوان جس کو کونسل آف سٹیٹ کے نام سے موسوم کیا جائیگا ۵۰ ممبروں پر مشتمل ہوگا۔ جن میں سے ۲۱ ممبر منتخب شدہ ہونگے۔ (ان میں سے پندرہ پراونشل لیجسلیٹو کونسلیں انتخاب کریں گی) اور ۲۹ ممبر نامزد ہونگے جن میں سے ۲۵ سے زیادہ سرکاری ممبر نہ ہوسکینگے۔

طریق عمل عام طور پر سرکاری بل سب سے پہلے مجلس قانونی میں پیش کئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد کونسل آف سٹیٹ میں منتقل کئے جائیں گے۔ ایوانوں کے مابین اختلاف رائے کی صورت میں ان دونوں کا ایک مشترکہ اجلاس قائم کردیا جائیگا۔ یہی طریق عمل پرائیوٹ بلوں کی صورت میں اختیار کیا جائیگا لیکن پرائیوٹ بل اس ایوان میں سب سے پہلے پیش کیا جائیگا جس کا محرک ممبر ہو۔ اور چونکہ یہ ضروری ہے کہ شاہنشاہ معظم کی گورنمنٹ کا کام نہ رکے اس لئے اگر مجلس قانونی کوئی ایسا قانون مسترد کردے۔ جس کو کونسل آف سٹیٹ منظور کرچکی ہو اور جس کو گورنر جنرل باجلاس امن عامہ اور حفظ عامہ اور عمدہ گورنمنٹ کے لئے ضروری خیال کرتے ہوں۔ تو گورنر جنرل کی تصدیق سے وہ قانون پاس سمجھا جائیگا۔ اسی طرح اگر مجلس قانونی کسی بل کے پاس ہونے کی اجازت نہ دے یا اسکو نامنظور کردے۔ لیکن گورنر جنرل اس کو ضروری خیال فرمائیں تو پھر وائسرائے کی اسی طرح کی تصدیق سے یہ بل کونسل آف سٹیٹ میں پیش کردیا جائیگا اور اگر کونسل آف سٹیٹ اس کو منظور کرے گی۔ تو یہ قانون منظور ہوگا۔

بجٹ مجلس قانونی میں پیش کیا جائیگا۔ اور وہ اس پر

بحث کریگی۔ لیکن اس کے ریزولیوشنوں کی حیثیت محض مشورہ کی ہوگی۔ اور ان کی تعمیل لازمی نہ ہوگی۔ اس سے مقصد یہ ہے۔ کہ دونوں ایوانوں میں معاملات قانونی میں اتحاد اور تطبیق پیدا کی جائے۔ لیکن اس مقصد کو امن وحفظ عامہ اور عمدہ گورنمنٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے حاصل کرنے کے لئے۔ یہ طریق ہی کارگر ہو سکتا ہے۔ کہ کونسل آف سٹیٹ کے فیصلہ جات کو تفوق حاصل ہو۔

جیسا کہ پرونشل گورنمنٹوں کے متعلق بیان ہو چکا ہے یہ مستقل کمیٹیاں انتظامی کونسل کے ساتھ کام کرنے کے لئے مقرر کی جائیں گی۔ اور ان کا کام دس سال کے بعد وہی پارلیمنٹری کمیشن دیکھیگی۔ جس کا فرض ہوگا کہ صوبوں کے نظام عمل کے متعلق تحقیقات کرے۔

پریوی کونسل

اس کے علاوہ ہندوستان میں ایک پریوی کونسل کے قائم کرنے کی تجویز بھی کی گئی ہے۔ جس کے ممبر صاحب اثر وامتیاز ہونگے۔ اور جو ملک کے ہر طبقہ سے منتخب کئے جائیں گے۔ پریوی کونسل کا کام یہ ہوگا کہ وہ عند الطلب حضور وائسرائے کو مشورہ دے۔

اس طریق عمل کو خوبی اور خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نگرانی میں ایک حد تک کمی کی جائے۔ جو اس وقت انڈیا آفس۔ یا وزیر ہند کی طرف سے حکومت ہند پر قائم ہے۔ اس لئے یہ تجویز کی جاتی ہے کہ پارلیمنٹ اور صاحب وزیر ہند کی نگرانی میں کچھ ترمیم ہونی چاہئے۔ اور ایک کمیٹی فوراً مقرر ہو۔ جو کونسل آف انڈیا کے نظام ترکیبی اور انڈیا آفس کے عملے کے متعلق رپورٹ کرے۔ لیکن چونکہ پارلیمنٹ کی ذمہ واری بھی بحال رہیگی اس لئے وزیر ہند کی تنخواہ ہوم گورنمنٹ کے بجٹ میں رکھی جانی چاہئے۔ اور دیوان عام سے درخواست کی جائے۔ کہ وہ ایک مستقل انتخابی کمیٹی مقرر کرے جو اسے معاملات ہند کے متعلق مشورہ دیتی رہے۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ پارلیمنٹ میں بھی ایک گروہ ایسے ممبران کا موجود رہیگا جنہوں نے معاملات وسیاسیات ہند کو بطور خاص مطالعہ کیا ہو۔

جو تجاویز اوپر بیان کی گئی ہیں۔ وہ محض برطانوی ہندوستان پر لاگو ہوں گی۔

ہندوستان کا ایک تہائی رقبہ اور ایک حصہ آبادی دیسی ریاستوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ ریاستیں بھی برطانوی ہندوستان میں تبدیلیوں کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ علاوہ ازیں انگریزی علاقہ ہند اور ریاستوں میں اتحاد اغراض میں روز بروز ترقی ہے۔ اس لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ چیفس کانفرنس کو مستقل طور پر فرماں روایان ہند کی کونسل بنایا جائے۔ جس کا معمولاً سال بھر میں ایک اجلاس ہوا کریگا۔ اس کونسل کی ایک چھوٹی سی مستقل کمیٹی سوالات متعلقہ رسوم ورواج کا تصفیہ کیا کریگی۔ ریاستوں کے باہمی تنازعات۔ یا ایسے تنازعات جو ریاستوں اور گورنمنٹ کے درمیان ہوں ایک کمیشن کے سپرد کئے جائیں گے جس میں ایک سرکاری ممبر ہوگا۔ جس کا مرتبہ ہائیکورٹ کے جج سے کم نہ ہوگا۔ اور دو ممبر اور ہونگے۔ جن کو فریقین نامزد کریں گے۔ یہ کمیشن وائسرائے کو امور متنازعہ میں مشورہ دیگی۔ والیان ریاست کی بدچلنی کے مقدمات بھی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن کے سپرد کئے جائیں گے۔ جن میں پانچ ممبر ہونگے ان میں ہائیکورٹ کا ایک جج اور دو والیان ریاست شامل ہونگے۔ اور یہ کمیٹی وائسرائے کو ایسے معاملات میں مشورہ دیگی۔

تمام بڑی بڑی ریاستوں کا براہ راست حکومت ہند سے تعلق ہوگا اور انتظام کیا جائیگا کہ مشترک معاملات پر کونسل آف سٹیٹ اور کونسل فرماں روایان باہم مل کر غور کریں۔

امپیریل گورنمنٹ نے جس پالیسی کا اظہار حکومت ہند کے متعلق کیا ہے اس میں سب سے مہتم بالشان امر ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ "ہندوستانیوں کو ہر ایک شعبہ انتظامیہ میں زیادہ دخل دیا جائے" حکومت کے نظام ترکیبی کی خواہ کوئی سی صورت ہو لیکن انتظام کا کل کام تربیت یافتہ عہدہ داروں کے ذریعہ سے ہونا چاہئے اس لئے رپورٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے۔ کہ قوم وملت کے تمام قیود وحدود کو توڑ دینا چاہئے۔ اور سرکاری ملازمت کے ہر شعبہ کے لئے ہندوستان میں ہی بھرتی کی جا رہے۔ اور ہندوستان میں تقرر شدہ عہدیداران کی تعداد کا تناسب مقرر کیا جائے۔ جو بتدریج بڑھتا رہے۔ چنانچہ سول سروس کے لئے تناسب فی صدی ۳۳ ہونا چاہئے۔ جس میں دس سال تک ہر سال ڈیڑھ فی صدی کا اضافہ ہوتے رہنا چاہئے۔ دس سال کے اختتام پر سارے مسئلہ پر دوبارہ غور کیا جائیگا۔ یہ بھی سفارش کی گئی ہے۔ کہ تنخواہ کی شرح کو ترمیم کیا جائے اور فوج میں ہندوستانیوں کو معقول تعداد میں کمیشن دیا جاویں۔

اصلاحات کا منشا

حقیقت میں وائسرائے اور وزیر ہند کی سفارشوں کا یہ منشا ہے۔ کہ ہندوستانیوں کی تعلیم کا اہتمام خود ان کے ہاتھوں میں بتدریج دیا جاوے۔ اور مقامی جماعتوں کی نگرانی عامہ کے ماتحت لوگوں کو معاملات کی تربیت دیجائے اور اس طرح مکمل حکومت خود اختیاری کے لئے زمین صاف کی جائے۔ رپورٹ میں ہر ایک صوبہ کے لئے حکومت خود اختیاری

. . . .

. . . . کے فوری قیام کی سفارش کی گئی ہے۔ جس میں بہت سے شعبہ اسے انتظامیہ پر لوگوں کی نگرانی بھی ہو گی۔ اور دوسرے شعبوں پر ان کا اثر اور رسوخ بڑھ جائیگا۔ ان تجاویز میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ مرکزی حکومت قائم کی جائے جو نیابتی ہو اور اپنے صوبہ کے لوگوں کے سامنے ذمہ دار ہو اور جس کی نیابتی حیثیت روز بروز بڑھتی جائے۔ ان سفارشوں میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ ارکین انتظامیہ کے تقرر میں کل قومی رکاوٹوں کو دور کیا جاوے۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ہندوستانیوں کو ان کے اپنے ملک میں بھرتی کر کے تمام قسم کی خدمات میں زیادہ موقعہ دیا جائے نیز اس رپورٹ میں وہ طریق عمل بتا دیا گیا ہے۔ جس سے ملک کے نظام میں لگاتار ترقی ہوتی رہے۔ یہانتک کہ ملک میں پوری ذمہ دار سیلف گورنمنٹ قائم ہو جائے۔

حسب وعدہ اب یہ تجاویز رائے عامہ کے لئے شائع کیجاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی اہم رپورٹ کی تمام تجاویز کا مختصر خلاصہ بنانا تقریباً محال ہے۔ تاہم اس رپورٹ کی خاص خاص باتوں کو اصولی رنگ میں مختصر کر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ

خطبہ جمعہ

عبودیت ہی تمام کامیابیوں کی کلید ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ
فرمودہ ۲۸- جون ۱۹۱۸ء بمقام ڈلہوزی

سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا۔

سورہ فاتحہ میں جہاں اور عظیم الشان بلکہ غیر محدود نصائح اور مواعظ بیان کئے گئے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور پھر ان کے ذریعہ ساری دنیا کو اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ کوئی چیز مفید۔ یا بابرکت یا کوئی خوشی اور راحت کوئی ترقی یا کمال کوئی درجہ یا رتبہ ایسا حاصل نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کے قوانین کے خلاف چلکر حاصل ہو۔ بلکہ تمام کامیابیوں کا ذریعہ عبودیت ہے۔

جب کبھی وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ خواہ منہ سے کرے جیسا کہ بعض بیوقوف کرتے ہیں۔ یا اپنے اعمال سے ایسا ظاہر کرے۔ وہ یقیناً ناکام و نامراد رہیگا۔ نبی کا دعویٰ کرنے والے کے لئے تو فرمایا ولو تقول علینا بعض الاقاویل الآیۃ۔ ہم اس کی رگ جان پکڑ کر کاٹ دیتے۔ مگر خدائی دعوے کرنے والے کے لئے ایسا نہیں کہا۔ اس لئے کہ وہ تو فوراً پتہ لگ جاتا ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ مشہور ہے۔ کہ ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمیندار چاہتا تھا کہ اس کو اس دعوے سے ہٹاوے مولوی اس سے مباحثہ کرتے۔ تو وہ بھی حجتیں کرتا۔ اور دلائل دیتا آخر زمیندار ایک دن اسے اکیلا پا کر گیا۔ اور پوچھا کہ تم نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں زمیندار نے گردن سے پکڑ کر نیچے گرا لیا۔ اور کہا میں تو تمکو عرصہ سے تلاش کرتا تھا۔ تم ہی نے میرے باپ کو مارا ہے اور یہ کہکر ایک مکا دورے اس کے مارا اور پھر کہا کہ تم نے ہی میری ماں کو مارا ہے۔ اور پھر ایک مکا مارا۔ پھر اپنے ایک ایک رشتہ دار کا نام لیتا جاتا۔ اور مکے مارتا جاتا۔ آخر اس نے ہاتھ جوڑے اور کہا کہ میں اس دعوے سے باز آیا۔

نبی کو اگر کوئی مارے تو حقیقت مشتبہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ تو انسان ہیں اور ماریں کھاتے ہیں۔ لوگ انھیں ہر قسم کے دکھ دیتے ہیں۔ اور ان دکھوں اور تکلیفوں کے ذریعہ ہی ان کی سچائی روشن ہو جاتی ہے۔ اور یہ ان کی ترقی کا ذریعہ ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی تائید و نصرت سے دکھا دیتا ہے کہ وہ اسی کی طرف سے ہیں۔

مگر خدائی کا دعویٰ بیوقوفوں کے سوا کون کر سکتا ہے پھر یہ دعویٰ کرنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو منہ سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو عملاً کرتے ہیں حکومت و اقتدار کے لحاظ سے مال و دولت کے لحاظ سے علم و فن کے لحاظ سے کسی کو کوئی رتبہ ملتا ہے۔ تو وہ اپنی ہستی سے باہر ہو جاتے ہیں۔ وہ اس قسم کے دعوے عمل سے کرتے ہیں۔ اور یہی دعوے آخر ان کی ذلت و نامرادی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ گو اسے اس وقت کوئی نہ سمجھے۔ مگر حقیقی ترقی عبودیت میں ہے جس جس قدر انسان عبد بنتا ہے اسی قدر اس کی ترقی اور معرفت کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ کیونکہ اپنے علم اپنی ذات اپنی عقل اور تدبیر پر کوئی ناز نہیں ہوتا اس لئے اس کی کوشش بہت اور تدبیر میں سستی نہیں ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ اسے برکت دیتا ہے لیکن جہاں کسی قوم نے خدائی کا دعویٰ کیا جو عملاً ہوتا ہے۔ تو یہ دعویٰ اس کے تنزل کا پہلا قدم ہوتا ہے پھر وہ نیچے گرنے لگتی ہے۔ گو اس کا یہ تنزل کسی کو نظر نہ آتا ہو لیکن آخر ایک بار ہی ایسی گرتی ہے کہ پھر اس کی بربادی اور تنزل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔

برخلاف اس کے ترقی کرنے والی قوموں میں انکسار اور عبودیت ہوتی ہے اسی طرح ان کی ترقی کی رفتار بھی بہت دھیمی ہوتی ہے۔ مگر آخر اس کی رفتار میں بھی نمایاں ترقی نظر آتی ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ عملاً۔ خدائی کا دعویٰ کرنے والی قوموں کا تنزل ابتداءً نظر نہیں آتا۔ مگر اس کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نظر نہیں آتے جس طرح پر ایک مکان ٹپکتا ہو تو وہ نظر آتا ہے اور انسان اسکی مرمت کر کے بند کر دیتا ہے۔ لیکن جب کسی مکان کی بنیادوں میں اندر ہی اندر پانی پڑتا ہو اس کا پتہ نہیں لگتا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یکدم بیٹھ جاتا ہے۔ اور یہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے پس ان لوگوں کی حالت جو عملاً خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اس مکان کی سی ہے۔ جس کی بنیادوں میں پانی پڑ رہا ہے اسی واسطے قرآن مجید میں جہاں سخت سزا کا ذکر ہے فرمایا۔ فاتی اللہ بنیانہ۔

پس انسان کبھی عبودیت سے باہر نہ جائے۔ یہ کبھی نہ سمجھے کہ اس کے لئے کسی پابندی اور اطاعت کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی اتباع ہے نہ فرمانبرداری ہے۔ یہ ہلاکت کی راہ ہے اس سے بچو یہ شیطانی خیال ہے اس سے دور بھاگو۔ حقیقی کامیابی کی راہ عبودیت ہی میں ہے۔ اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں ہے فرمایا۔ ایاک نعبد۔ پہلے الحمد للہ رب العالمین کہہ کر بتا دیا کہ ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کے ماتحت ہے۔ اور تمام فضلوں اور برکات کا وہی سرچشمہ ہے پھر بتایا کہ عبودیت کرو گے تو سب کچھ دیں گے۔ انعامات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی اور ایک روحانی۔

جسمانی انعامات کے لئے بھی اطاعت اور فرمانبرداری کی ضرورت ہے۔ جو قواعد اور قوانین ان انعامات کے لئے مقرر کئے ہیں۔ جو شخص ان کی پابندی کریگا۔ وہ انعامات سے حصہ لیگا۔ یورپ کے لوگوں سے بڑھ کر کون نیچر کی اطاعت کریگا اور دیکھ لو وہ انعام بھی پاتے ہیں۔

روحانی قواعد کی پابندی وہ نہیں کرتے اور اس کے انعامات بھی نہیں پاتے پس ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے پورے فرمانبردار ہو جاؤ کہ سارے انعامات اسی کی اطاعت میں ہیں۔ اور یہی مقام عبودیت تمام ترقیوں کی کلید ہے۔ انسان بعض وقت ذرا سے رتبہ۔ مال اور حکومت سے ابلیس کی طرح دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔ مگر کامیابی اور ترقی عبودیت ہی میں ہے۔ یہ ایسا نکتہ ہے۔ کہ ہر شخص کو یاد رکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین۔

(الحکم)

خطبہ جمعہ

ایک آیت قرآنی کی لطیف تفسیر

اطاعت کے قابل اکثر نہیں ہوتے بلکہ کم ہوتے ہیں

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی
(فرمودہ ۵ - جولائی ۱۹۱۸ء بمقام ڈلہوزی)

نوشتہ شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخرصون ۶-۱۱۷

قرآنی دنیا قرآن شریف ایک دنیا ہے۔ جس طرح ہماری زمینی دنیا ہے ۔ مادی دنیا ہے۔ اور جس طرح اس زمین کے علاوہ اور عالم ہیں۔ جن کو سیار کہتے ہیں۔ یا یہ زمین اور اس کے متعلقات چاند۔ سورج ستارے سیارے۔ ہر ایک بجائے خود ایک دنیا ہے۔ اسی طرح روحانی دنیا ہے۔ اور پھر اس میں قرآن مجید بھی ایک دنیا ہے۔

قرآن مجید علمی یا عرفانی دنیا ہے۔ جس طرح اس زمین کے اندر بڑی بڑی کانیں ہیں۔ اور انسان جس جس قدر اپنے مادی علوم میں ترقی کرتا جاتا ہے اور جو منف الارض کے عجائبات سے واقف ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر مخفی خزانے کھلتے جاتے ہیں۔ ان کانوں میں سے کسی کو بھی انسان کبھی ختم نہیں کر سکا۔ سینکڑوں سال ہوئے جب سے علم الاقتصاد کے ماہر کوئلے کے متعلق آواز بلند کر رہے ہیں۔ کہ وہ ختم ہونے والا ہے۔ مگر وہ نکلتا ہی چلا آتا ہے۔ جب سے تاریخ کا پتہ لگتا ہے سونا چلا آتا ہے۔ مگر ختم ہونے میں نہیں آتا۔ یہی حال اور دھاتوں کا ہے۔ اس قدر انسان ان کو استعمال کرتا ہے۔ کہ معمولی عقل کا آدمی اس خرچ کو دیکھ کر شاید بول اٹھے۔ کہ بہت جلد یہ چیز ختم ہو جائیگی۔ مگر وہ ختم نہیں ہوتی۔ کروڑوں۔ اربوں۔ بلکہ لا انتہا ٹن ایک ایک دھات خرچ ہوتی ہے۔ اور ختم نہیں ہوتی۔

اسی طرح قرآن کریم کی ایک دنیا ہے اور وہ اس مادی دنیا سے کہیں بڑھ کر کیونکہ مادیات بالآخر محدود ہوتی ہیں بمقابلہ عرفانی اور علمی دنیا کے۔ لیکن جب مادی دنیا باوجود اپنی حدود و قیود کے ہمارے علم میں حدود و قیود نہیں رکھتی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں سال سے انسان دھاتوں کا استعمال کرتا چلا آتا ہے۔ اور وہ ختم ہونے میں نہیں آتی ہیں۔ تو پھر قرآن مجید کے عجائبات اور معارف کے متعلق ہم کبھی نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلاں جگہ پر وہ ختم ہو گئے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ قرآن مجید کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ہر شخص جو مطہر قلب لیکر اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ میں ہو کر مجاہدہ کرتا ہے وہ قرآن مجید کے حقائق و معارف سے اپنی استعداد کے موافق حصہ پالیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ جو ہر صدی کے سر پر آتے ہیں۔ وہ وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے قرآن مجید کے خزانوں سے حصہ لیتے ہیں۔ اور جس جس قدر ضرورتیں وسیع ہوں اور آنے والے کی استعداد و قوی ہو۔ اسی قدر وہ ان خزانوں سے زیادہ حصہ لیتا ہے۔ گر دو گوں کی عجیب حالت ہے۔ کہ وہ ہر موقعہ پر سمجھ لیتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کے عجائبات اور معارف کا خزانہ ختم ہو گیا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ختم نہیں ہوتے۔ ایک وقت آتا ہے۔ جو ان علوم کا وارث ہوتا ہے۔ اور وہ جدید معارف و حقائق کا خزانہ پیش کر دیتا ہے۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف ختم ہو گئے اس نے نہ قرآن مجید کی حقیقت کو سمجھا اور نہ اس بے نظیر دنیا کا کچھ مزہ چکھا۔ وہ بالکل ناآشنا اور بیگانہ ہے۔

افلا یتدبرون القرآن غرض قرآنی دنیا کے اندر جو کانیں اور ذخائر ہیں۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔ مگر بڑے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ بہت لوگ ہیں جو تدبر سے قاصر ہیں۔ اور باوجود ایسے خزانوں اور ذخائر کی موجودگی کے وہ تدبر نہیں کرتے۔ بلکہ دیکھا ہے کہ بعض آیات سینکڑوں زبانوں پر ہیں جو اپنے کثیر الاستعمال کی وجہ سے مثال یا ضرب المثل کا رنگ رکھتی ہیں جیسے بعض شعر ہوتے ہیں۔ کہ عام طور پر زبان زد ہو جاتے ہیں اسی طرح بعض آیات ہیں جو مثال کے طور پر زبان زد ہیں نہ صرف مسلمان بلکہ عیسائی اور دوسرے لوگ بھی مضمون کو وسعت دیکر استعمال کر لیتے ہیں۔ ایسی بہت سی آیات ہیں جو مثال کے طور پر رائج ہیں اور باوجود اس کے وہ عام طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی تھوڑے ہیں جو حقیقت کے ماہر ہوں۔ بلکہ ایک لاکھ میں سے شاید ایک بھی ہو تو بہت ہے۔

یہ آیت بھی ویسی ہی ہے اسی قسم کی آیات میں سے ایک یہ آیت بھی ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ اس زمانہ میں اس کا استعمال عام طور پر مسلمانوں میں کم ہے۔ مگر اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر زمانہ میں اس کا استعمال ہوتا آیا ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں یہود اور عیسائیوں میں بھی یہ خیال پھیلا ہے۔ اب ہماری جماعت میں بھی اس آیت کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن لوگوں نے توجہ نہیں کی۔ ایک فریق دوسرے فریق پر حملہ کرتا ہے۔ مگر معنوں سے ناواقف ہے۔

ایک مفہوم ایک غیر معین خیال ایک غیر ممتاز اثر ان کے دلوں پر ہوتا ہے۔ مگر وہ اس کی تعیین تبیین نہیں کر سکتے۔ اس کا ایک مفہوم دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر حد بندی کے بغیر استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض کو خیال ہو گیا ہے کہ اس آیت کے مفہوم کے موافق اکثر حصہ گمراہ ہوتا ہے۔

اس آیت کی حقیقت

لیکن یہ خیال بالکل باطل ہے۔ اگر یہی مفہوم ہو تو پھر اکثر من فی الارض کے یہ معنی ہونگے کہ دنیا میں جس مذہب کے زیادہ پابند ہیں وہ جھوٹا ہے۔ پھر احمدیوں پر یہ کس طرح عاید ہوگی۔ کیونکہ یہاں یہ نہیں فرمایا۔ اکثر من یتبعون الاسلام۔ یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانوں۔ احمدیوں۔ سنیوں۔ یا شیعوں میں سے جن کی تعداد زیادہ ہو وہ گمراہ ہے۔ یا دو فریق باہم جھگڑیں۔ اور ان میں سے جن کی تعداد زیادہ ہو وہ گمراہ ہو۔ پس یہ مفہوم پیدا کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ اکثر من فی الارض کے معنوں کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو دنیا میں سب سے زیادہ ہوں وہ گمراہ ہیں۔ اور وہ عیسائی یا بدھ ہیں۔ مگر سیاق وسباق میں نہ عیسائیوں کا ذکر ہے نہ بدھوں کا۔ پس اگر فی الحقیقت اس آیت کا یہ مفہوم ہوتا تو الفاظ زیادہ سے زیادہ اس بات کے متحمل ہو سکتے تھے۔ کہ زمین میں جو سب سے زیادہ آباد ہیں وہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ لفظی ترجمہ یہی ہے کہ۔ اگر تو اطاعت کریگا زمین پر بسنے والوں میں سے ان کی جو اکثر ہیں۔ وہ اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے

تو ان الفاظ کے یہ معنی ہوئے کہ سب سے زیادہ جو مذہب ہے وہ گمراہ ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔

اس مفہوم سے اسلام پر حملہ ہوگا

کیونکہ اگر یہی مطلب ہوتا تو پھر اسلام کے متعلق یہ پیشگوئیاں ہیں۔ کہ وہ سب پر غالب اور سب سے زیادہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہی بتایا گیا کہ باقی مذاہب اس قدر کم ہو جائیں گے کہ گویا وہ رہے ہی نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تو بعثت ہی اس غرض کے لئے ہوئی ہے۔ تو اس حالت میں نعوذ باللہ اس کے یہ معنی ہونگے کہ اسلام ہی جھوٹا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اصل حقیقت

یہاں کسی مذہب کی تعداد کا ذکر نہیں۔ اور نہ کثرت وقلت کی بحث ہے۔ بلکہ قرآن مجید کو یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ۔ اطاعت کے قابل اکثر نہیں ہوتے۔ بلکہ کم ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی ایک تعداد قرار دینی پڑیگی۔ خواہ احمدی ہوں۔ خواہ ان سے پہلے کے۔ مگر ہر مسلمان اس قابل نہیں کہ وہ مطاع ہو۔ اور اس کی اطاعت کی جاوے۔ کروڑوں مسلمان ایسے ملیں گے۔ جو اس لئے اسلام کو مانتے ہیں کہ ان کے ماں باپ مسلمان تھے۔ اور اس سے زیادہ ان کو کوئی خبر نہیں تو کیا کوئی شخص یہ تسلیم کرنے کو تیار ہو جائیگا کہ ہر ایسے شخص کی اطاعت کی جاوے۔ اگر ایسا ہو تو اس کا نتیجہ بجز گمراہی کے اور کیا ہوگا۔

اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ اطاعت تو اس کی ہوتی ہے۔ جس میں عرفان ہو تقوی ہو۔ اور وہ اس قابل ہو کہ صراط مستقیم پر دوسروں کو لے جا سکے۔ غرض اس آیت میں قابل اطاعت لوگوں کا ذکر ہے۔ ماننے والوں کی تعداد کی قلت وکثرت کی بحث نہیں۔ پس اس آیت سے قلت وکثرت کو معیار صداقت قرار دینا غلطی ہے۔

بعض لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ بدون غور وفکر کے یونہی کسی نے بکواس کی اس کے ماننے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر قرآن مجید اس سے منع کرتا ہے۔ اور اس آیت میں تو خصوصیت کے ساتھ اس اصل کو بیان کرتا ہے۔ کہ اطاعت کے قابل تھوڑے ہوتے ہیں۔ بلکہ اقل کی اطاعت ہوتی ہے۔ خواہ سب کے سب سچے ہی ہوں۔ لیکن وہ سب اس قابل نہیں ہوتے کہ مطاع ہو سکیں۔ مثلاً احمدی ہیں۔ کیا وہ سب کے سب گمراہ ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لیکن کیا ہر احمدی سے فتوی پوچھا جائیگا۔ اور اسے یہ درجہ دیا جائیگا کہ وہ شریعت کے احکام بتائے اور نماز روزہ کے مسائل اس سے بطور فتوے پوچھے جائیں؟ کبھی نہیں۔ اگر ایسا ہوگا تو ٹھوکر لگنے کا احتمال ہوگا۔ وہ ایک مسلمان ہے۔ کیونکہ میں احمدی اور مسلمان کا ایک ہی مفہوم سمجھتا ہوں۔ وہ ناجی ہے۔ قرآن مجید اور رسولوں پر یقین لاتا ہے جزا وسزا اور قیامت کو مانتا ہے۔ اللہ اور اس کے ملائکہ پر ایمان لاتا ہے۔ مسئلہ قدر کو مانتا ہے پچھلی اور آنے والی وحی پر ایمان لاتا ہے۔ مگر بایں ہر شخص میں یہ طاقت نہیں۔ کہ وہ مطاع ہو سکے۔ پس خوب یاد رکھو کہ یہاں ہدایت یافتہ یا گمراہ کا ذکر نہیں۔ بلکہ قابل اطاعت کا ذکر ہے۔

چنانچہ فرمایا وان تطع اکثر من فی الارض۔ اگر تم اکثر فی الارض کی اطاعت کروگے تو وہ خدا تعالی کی راہ سے تمھیں دور لے جائیں گے۔ ہر شخص جس کو عرفان یا علم نہیں وہ کیا بتائیگا۔ جو شخص ایک عالم باللہ کی موجودگی میں جب ایسے شخص سے فتوی پوچھیگا۔ جو اہل نہیں تو قابل الزام ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کیا ہوگا۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جس موقعہ پر یہ آیت ہے وہاں مشرکوں کا ذکر ہے۔ لیکن اگر مسلمانوں کا ذکر ہو تو وہ گمراہ نہیں مگر اطاعت کے بھی قابل نہیں۔ ہاں وہ ساتھی ہیں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مطاع تھے باقی احمدی جس قدر تھے وہ باہم بھائی تھے۔ حضرت صاحب کے مطاع اور ہمارے مطیع ہونے سے ہمارے گمراہ ہونے کا نتیجہ نہیں نکلتا۔ یا پھر باقیوں میں سے فتوی وغیرہ کے لحاظ سے اور مطاع تھے۔ مثلاً حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ۔ مگر باوجود اس کے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ باقی سب گمراہ تھے۔ کیونکہ وہ علم وعرفان ان میں نہ تھا۔ کیوں؟ اکثر لوگ علم پڑھے ہوئے نہیں ہوتے۔ اور پڑھے ہوئے بھی ہوں تو اس کے ساتھ تقوی اور عرفان ضروری چیز ہے۔ اس لئے ایسے لوگ جو پڑھے ہوئے نہ ہوں یا علم وعرفان نہ ہو وہ ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ قیاس کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ وہ علم صحیح کی بناء پر تبیین نہیں کر سکتے۔ اور اس طرح پر حقیقی تشریح نہیں ہوتی۔ بہت لوگوں سے پوچھ کر دیکھ لو وہ کہیں گے کہ میرے خیال میں یوں ہے۔ یہ نہیں کریں گے کہ قرآن مجید کی بینات کی بناء پر کہتے ہوں۔

علم اور عرفان کی کمی کی وجہ سے یہ بات ہوتی ہے۔ غرض جو علم وعرفان والا ہو اس کی اتباع کرو۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اسی بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ گمان کرنے والے اٹکل پچو باتیں بنانے والے نہ ہو۔

واقفیت علم کی ان سے حاصل کرو جو علم و عرفان سے ماہر ہوں۔ اگر کوئی شخص کسی جاہل سے پوچھ کر عمل کرے تو اس کا یہ کہدینا کہ میں نے فلاں سے پوچھ لیا تھا حجت نہیں ہوگا۔ پس یاد رکھو کہ قابل اطاعت قلیل ہی ہوتے ہیں خواہ بہ لحاظ مسائل اصولی کے خواہ بہ لحاظ مسائل تفصیلی کے۔

دیکھو اگر ایک جاہل زمیندار سے خدا تعالیٰ کے موجود ہونے اور اس کی ذات یا عرش کے متعلق سوال کرو وہ یونہی کچھ خیالات ظاہر کر دے۔ اور تم یقین کر لو تو یقیناً اس کا نتیجہ گمراہی ہوگی۔ پس یہاں یہی تعلیم ہے۔ کہ قابل اطاعت قلیل بلکہ اقل ہوتے ہیں۔

اگر یہ اصول قرار دیا جائیگا۔ کہ اکثر حصہ گمراہ ہوتا ہے۔ تو اس سے اسلام پر سخت حملہ ہوگا۔ اس لئے اس حقیقت پر غور کرو جو اس میں بیان کی گئی ہے۔

اس میں شک نہیں لاکھوں کی زبان پر یہ آیت جاری ہے مگر اس کے مضمون پر غور نہیں کیا گیا۔

اس لئے ہمیشہ اس اصول کو مضبوط پکڑے رکھو کہ جو شخص قرآن مجید حدیث کا علم اور عرفان نہیں رکھتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام پر اس نے تفقہ نہیں کیا۔ اس کا حق نہیں کہ وہ فتویٰ دے۔ یہ ایک معنی اس آیت کے ہیں جن کو لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی سالانہ جلسہ کی تقریروں کے متعلق خوشخبری

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ سالانہ جلسہ پر جن اہم اور ضروری مسائل پر تقریریں فرمائی تھیں ان کو مرتب تو جلدی ہی میں کر لیا گیا تھا لیکن چونکہ حضور بوجہ علالت اپر نظر ثانی نہ فرما سکے اس لئے تاحال انکی اشاعت معرض التوا میں رہی لیکن اب انشاء اللہ عنقریب حضور کی تقریریں حسب معمول کتاب کی شکل میں شائع کی جا سکینگی چونکہ آجکل کاغذ وغیرہ کی سخت گرانی ہے اس لئے مجبوراً اسی قدر کتاب چھپوائی جائیگی جس کے نکل جانے کی پوری امید ہوگی۔ پس جو احباب خریدنا چاہیں وہ ابھی سے مطلع فرما دیں۔

"ستیارتھ پرکاش" اور اس کے مصنف کی پوزیشن

گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کی کوشش

پنڈت دیانند صاحب بانیٔ آریہ سماج کی مصنفہ کتاب ستیارتھ پرکاش کی دل آزار تحریروں کے خلاف ہم نے جو آواز اٹھائی ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ سے گذارش کی ہے۔ کہ اسے ضبط کر کے ہمارے مجروح دلوں پر مرہم رکھے اس کے مقابلہ میں آریہ سماجی اخبار "آریہ پترکا" نے ایک چال چلی ہے۔ اور وہ یہ کہ ستیارتھ پرکاش کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی جواب نہ دے سکنے پر یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ آریہ سماج میں "ستیارتھ پرکاش" کی وہی پوزیشن ہے جو مسلمانوں میں قرآن کریم اور عیسائیوں میں بائبل، ہندوؤں میں گیتا اور سکھوں میں گرنتھ صاحب کی ہے۔ اور اس طرح گورنمنٹ کو ستیارتھ پرکاش کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ صریح دھوکہ ہے جس کی قلعی ہم ابھی کھول کر رکھ دیں گے۔ اور بتا دیں گے کہ "ستیارتھ پرکاش" کی آریہ سماج میں کیا پوزیشن ہے۔

آریہ پتر کا ذرا غور سے سنے:۔

"کوئی آریہ ان پنڈت دیانند صاحب کو گرو نہیں مانتا۔ ہاں آریہ دھرم یا ویدک دھرم کے پرچارک (مبلغ) تھے اور ست دھرم کے پرکاشک (پھیلانے والے) سوامی جی صرف سنیاسیوں کا خطاب ہے اور ایک واجبی اداب والقاب .... سوامی جی ایک غریب درویش تھے" (کلیات آریہ مسافر ص ۳۶۳)

یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو آریوں کے شہید اکبر اور ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں آریہ دھرم کا قائم مقام بن کر کھڑے ہونے اور بالآخر اسلام کی صداقت اور حقانیت کا نشان ٹھہرنے والے پنڈت لیکھرام صاحب نے جناب پنڈت دیانند صاحب کے متعلق شائع کئے ہیں۔ جن سے آریہ سماج کے بانی کی پوزیشن۔ ان کا رتبہ اور ان کی شان نہایت واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے۔ پس جب پنڈت دیانند صاحب کی حیثیت خود آریہ صاحبان کے نزدیک پیشوا اور گرو کی نہ تھی۔ بلکہ وہ وید کو پھیلانے والے ایک سنیاسی تھے۔ تو پھر کیوں ان کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے متعلق "آریہ پترکا" اپنے ۶ جولائی کے اشوع میں لکھتا ہے۔ کہ:۔

"ستیارتھ پرکاش کو آریہ سماجک حلقہ میں ہر دلعزیزی کے لحاظ سے وہی درجہ حاصل ہے۔ جو عیسائیوں میں انجیل کو۔ مسلمانوں میں قرآن کو۔ ہندوؤں میں گیتا کو اور گرنتھ کو سکھوں میں حاصل ہے"

عیسائی صاحبان حضرت مسیح کو خدا یقین کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا کلام عیسائیوں کے نزدیک وہی درجہ رکھتا ہے۔ جو خدا کے کلام کا ہونا چاہئے۔ اور مسلمانوں کے نزدیک قرآن شریف وہ مقدس اور متبرک کتاب ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ اس عظیم الشان انسان پر بذریعہ وحی نازل کی گئی ہے۔ جسے وہ تمام انبیاء سے بڑھ کر درجہ رکھنے والا۔ اور خاتم النبیین مانتے ہیں۔ پس جب انجیل اور قرآن کا یہ مرتبہ اور شان ہے تو کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ان دونوں کتابوں کے برابر اس کتاب کو قرار دیا جائے جو خدا کا کلام نہیں۔ الہام الٰہی نہیں۔ ایشور یہ گیان نہیں بلکہ کسی گرو اور پیشوا اور امام کی بھی تصنیف نہیں۔ بلکہ ایک ایسے انسان کی تصنیف ہے جسے اس کے پیرو پرچارک (واعظ) سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے۔ اب اگر "آریہ پترکا" محض اس لئے "ستیارتھ پرکاش" کا اپنے نزدیک وہی درجہ قرار دیتا ہے۔ جو بائیبل کا

عیسائیوں اور قرآن کا مسلمانوں کے نزدیک ہے۔ کہ ستیارتھ کو اس کی اس دل آزار اور خطرناک تعلیم کی وجہ سے جسے ہم نے مختصر طور پر پیش بہ گورنمنٹ ضبط نہ کرے تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا اور جس قدر بھی آریہ سماج میں سنیاسی اور شنری پرچارک اور پرکاشک ہیں ان سب کی تصانیف کا وہی درجہ ہے۔ جو ستیارتھ پرکاش کا ہے۔ اگر پنڈت لیکھرام نے درست لکھا ہے۔ کہ کوئی آریہ پنڈت دیانند صاحب کو گرو نہیں مانتا بلکہ وہ ویدک دھرم کے پرچارک تھے اور سنیاسی۔ تو دوسرے سنیاسیوں اور ویدک دھرم کے پرچارکوں کی کتب کو اس درجہ سے گرانا کیوں اور کس طرح روا رکھا جا سکتا ہے۔

علاوہ اس کے کہ پنڈت دیانند صاحب کی آریہ سماج میں جو مسلمہ پوزیشن ہے۔ وہ ستیارتھ پرکاش کو قرآن اور بائیبل کے ساتھ ایک سٹیج پر نہیں رہنے دیتی۔ ایک اور طرح بھی یہ ادعا غلط ثابت ہو رہا ہے کہ ستیارتھ پرکاش کو آریہ سماجک حلقہ میں وہی درجہ حاصل ہے۔ جو عیسائیوں میں انجیل کو اور مسلمانوں میں قرآن کو اور وہ اس طرح کہ جو درجہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن اور عیسائیوں کے نزدیک انجیل کا ہے۔ اگر آریہ صاحبان کے نزدیک وہی درجہ ستیارتھ پرکاش کا ہے۔ تو گویا یہ کتاب پانچواں وید ہوئی۔ کیونکہ جس طرح مسلمان قرآن شریف کو اور عیسائی بائیبل کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔ اسی طرح آجتک آریہ صاحبان صرف چاروں ویدوں کو ہی ایشوری گیان قرار دیتے رہے ہیں۔ لیکن اب اگر وہ ستیارتھ پرکاش کو قرآن اور بائیبل کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں۔ تو گویا اسے بھی ایشوری گیان (الہام الٰہی) سمجھتے ہیں۔

اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ پنڈت صاحب کو الہام ہوتا تھا۔ اور ستیارتھ پرکاش ان کے الہاموں کا مجموعہ ہے۔ لیکن کیا کوئی آریہ سماجی ہے۔ جو یہ کہنے کی جرأت کر سکے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر ستیارتھ پرکاش کو ان کتب مقدسہ کے مقابلہ میں پیش کرنا جنہیں الہامی یقین کیا جاتا ہے۔ کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ باوجود پنڈت دیانند صاحب کو ملہم نہ ماننے۔ اور یہ اعتقاد رکھنے کے کہ ویدوں کے بعد الہام کا دروازہ قطعاً بند ہو گیا ہے۔ کس طرح آریہ پتر کا ستیارتھ پرکاش کو آریہ سماجک حلقہ میں وہی درجہ دینے کا مدعی ہے۔ جو مسلمانوں میں قرآن کو اور عیسائیوں میں انجیل کو حاصل ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ آریہ اخبارات نے ہمارے خلاف قلم اٹھانے پر جہاں صداقت اور معقولیت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ وہاں ضد کے لئے اپنے مسلمہ عقائد اور مذہبی کتابوں کو بھی بھلا دیا ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ کہ ہمارے مقابلہ میں ایسی باتیں پیش کرتے ہیں۔ جو ان کے عقائد کے صریح خلاف اور ان کی کتب کے صاف الٹ ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ پس ستیارتھ پرکاش کو انجیل۔ قرآن گرنتھ اور گیتا کے مقابلہ میں پیش کرنا جہاں پنڈت لیکھرام صاحب کی تحریر کی مخالفت کرنا ہے۔ وہاں آریہ سماج کے اس عقیدہ کے بھی خلاف کرنا ہے۔ کہ ویدوں کے بعد الہام کا دروازہ بالکل بند ہو گیا ہے۔ کیونکہ انجیل کو عیسائی۔ قرآن کو مسلمان۔ گرنتھ کو سکھ اور گیتا کو ہندو جس طریق سے نازل شدہ مانتے ہیں۔ اور جن کے ذریعہ وہ نازل ہوئی ہیں۔ ان کو جو حیثیت اور درجہ دیتے ہیں ان میں سے کوئی درجہ بھی تو آریہ صاحبان ستیارتھ پرکاش کے مصنف کو نہیں دیتے۔ نہ وہ انھیں وہ درجہ دیتے ہیں جو عیسائی حضرت مسیح کو دیتے ہیں۔ نہ وہ ان کی وہ پوزیشن قرار دیتے ہیں جو مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یقین کرتے ہیں۔ نہ وہ انھیں وہ حیثیت دیتے ہیں۔ جو سکھ گرو نانک جی کو دیتے ہیں اور نہ وہ ان کا وہ مرتبہ سمجھتے ہیں۔ جو ہندو کرشن مہاراج کا سمجھتے ہیں۔ اور یہ ہم یونہی نہیں کہہ دیتے بلکہ آریہ دھرم کے لئے شہید ہونے والے پنڈت لیکھرام صاحب کی شہادت کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔ جو کلیات صفحہ ۔۔۔ پر لکھتے ہیں کہ:۔

آریہ سماج سوامی (دیانند) جی کو
رسول یا نبی یا اوتار یا ابن اللہ
نہیں مانتا۔ بلکہ ست دھرم پرچارک
اور ریفارمر مانتا ہے۔"

پس جب آریہ سماج پنڈت دیانند صاحب کو نہ رسول مانتا ہے۔ نہ نبی۔ اور نہ اوتار مانتا ہے۔ نہ ابن اللہ تو پھر مسلمان جو قرآن کریم کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہمیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ۔ جو "نبی اور رسول" تھے ملا۔ اور ہندو جو گیتا کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ ایشور کے اوتار کرشن مہاراج سے حاصل ہوئی۔ اور عیسائی جو انجیل کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ یسوع مسیح جو ابن اللہ ہے۔ اس سے ملی ہے۔ اور سکھ جو گرنتھ کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ پرمیشور کے اوتار۔ بابا نانک جی کی وساطت سے دیا گیا۔ ان کے مقابلہ میں پنڈت دیانند صاحب اور ان کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" کو کس طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ دیگر مذاہب اپنے پیشواؤں اور رہنماؤں کو جو پوزیشن دیتے ہیں۔ اسے صحیح اور درست تسلیم نہ کریں۔ لیکن جب وہ خود پنڈت دیانند صاحب کو ان پوزیشنوں میں سے کوئی بھی نہیں دیتے۔ تو پھر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کو دیگر مذاہب کی الہامی کتابوں کے مقابلہ میں کھڑا کریں

امید ہے کہ آریہ پتر کا ٹھنڈے دل سے ہماری معروضات پر غور کریگا۔ اور محض ضد میں آکر ستیارتھ پرکاش کو وہ درجہ نہیں دیگا۔ جو آجتک آریہ سماج میں اسے کبھی نہیں دیا گیا۔ اور نہ ہی آریوں کے مذہبی لٹریچر اور عقائد کی موجودگی میں دیا جا سکتا ہے۔

پس گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ہم یہ گذارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آریہ سماجی حلقہ میں "ستیارتھ پرکاش" کی جو پوزیشن ہے ہم انھیں کے عقائد اور کتب سے دکھا آئے ہیں۔ اب جو اس کے خلاف یہ کہا گیا ہے۔ کہ اس کی وہی پوزیشن ہے۔ جو عیسائیوں میں بائیبل کی۔ اور مسلمانوں میں قرآن کی یہ محض اس لئے ہے۔ کہ گورنمنٹ کو ستیارتھ پرکاش کی پوزیشن کے متعلق دھوکہ دیکر اس کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے سے باز رکھا جائے۔ امید ہے گورنمنٹ اس دھوکہ میں نہ آسکیگی اور مناسب کارروائی کر کے ان بھیانک شعلوں پر پانی ڈالیگی جن میں اس کتاب نے آگ لگا رکھی ہے۔

ہنگامۂ یورپ

فرانسیسی کامیابی

لندن ۹۔جولائی۔ فرانس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ مونٹ موڈیڈیر اور دریائے آیر کے درمیان ہم نے آج صبح اینٹول کے مغرب میں ۲½ میل کے محاذ پر متحرک قلعوں کی مدد سے مقامی حملہ کیا۔ اور مخاصم لائنوں میں گھس کر دو مزرعوں پر قبضہ کرلیا۔ بعض مقامات پر ہم ایک میل سے زیادہ بڑھ گئے۔ ڈی لوگز کے مزرعہ پر غنیم کا ایک جوابی حملہ پسپا کیا گیا۔ اور ہم مقبوضہ زمین پر مسلط رہے۔ اب تک ۴۵۰ سالم قیدی جن میں ۱۴ افسر ہیں ہمارے ہاتھ آئے ہیں۔

جرمن جوابی حملوں کی ناکامی

لندن ۱۰۔جولائی نصف شب فرانس کی سرکاری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ غنیم نے دریائے این کے جنوب میں ان موقعوں پر جوابی حملے کئے۔ جو ہم نے فساونی کے علاقے میں فتح کئے تھے۔ مگر ناکام رہا۔ کل اینٹول کے مغرب حملے میں ۵۳۰ قیدی اور ۳۰ کلدار توپیں ہمارے ہاتھ آئیں۔

جرمن توپخانہ کی سرگرمی

لندن ۱۰۔جولائی برطانی رپورٹ مظہر ہے کہ ہم نے ویلرز بریٹونو کے مشرق میں مخاصم حملے پسپا کئے۔ ویلرز بریٹونو سے دریائے آنکر تک جرمن توپخانہ کی آتشباری میں بہت اضافہ ہوا۔ ہم نے بکوسے کے جنوب میں مخاصم شبخون پسپا کئے۔ بیرس کے نواح میں ہم نے خفیف ترقی کی۔

فرانسیسیوں کی مزید سرگرمی

لندن ۱۱۔جولائی شب گذشتہ کی فرنچ رپورٹ مظہر ہے۔ کہ دریائے این کے جنوب میں ہماری پیدل سپاہ بالآخر مختلف موقعوں پر غنیم کی مقاومت پر غالب آگئی۔ اور ہم نے مزرعہ لاگرل شاپنی کے شمال کی پتھر کی کانوں اور مشرق کی طرف ایک مزرعہ پر قبضہ کرلیا۔ ہماری ہراول کے سپاہی لانگ پونٹ تک پہنچ گئے اور کورسی کے شمالی حصے میں داخل ہو کر انھوں نے قیدی گرفتار کئے۔

فرانسیسی کامیابی کے متعلق جرمنوں کا اعتراف

لندن ۱۰ جولائی جرمنی کا ایک لاسلکی سرکاری پیغام مظہر ہے کہ فرانس کی زبردست جمعیتیں متعدد مرتبہ پیشقدمی کر کے اینٹول کے مغرب اور لانگ پونٹ کے مشرق میں پہنچ گئیں۔

اسیران جنگ

لندن ۱۰۔جولائی۔ ایک نیم سرکاری بیان مظہر ہے کہ ۱۵۔جون کے بعد فرانسیسیوں نے مقامی معرکوں میں پانچ ہزار ۴ سو قیدی گرفتار کئے ہیں جن میں ۹۰۔ افسر ہیں۔

کرنل رنگٹن کی تجویز

لندن ۹۔جولائی۔ مارننگ پوسٹ میں کرنل رنگٹن نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند کو پوری طرح تقویت دینے کے بعد مشرق کی جنگی کارروائیوں کا انتظام سپرد کردینا چاہیئے۔ ان کا خیال ہے کہ ہندوستان میں برطانی مقبوضات کے قائم مقام بھی موجود رہنے چاہئیں کیونکہ جزائر آسٹریلیا کو مشرق کی جنگی کارروائیوں سے عظیم دلچسپی ہے۔

مناستر کے شمال میں حملہ

لندن ۱۱۔جولائی فرانس کی مشرقی رپورٹ مظہر ہے کہ کل دریائے سرنا کے موڑ پر سخت شکستیں کھانے کے باوجود آج غنیم نے پھر مناستر کے شمال میں حملہ کیا اور اسے پھر پسپا کیا گیا ہم نے اطالویوں کے ساتھ مل کر ڈیوولی واقعہ البانیا کے جنوب کی طرف پیش قدمی کی۔ اور دو چوٹیوں پر قبضہ کرلیا۔ ٹوموریکا کی وادی میں آسٹروی بے ترتیبی سے پسپا ہو رہے ہیں اور ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔

۸۰ میل کے محاذ پر پیشقدمی

لندن ۱۱۔جولائی بیان کیا گیا ہے۔ کہ فرانس اور اٹلی کی سپاہ نے جنوبی البانیہ میں سمندر اور جھیل وشریدہ کے مابین ۸۰ میل کے محاذ پر جو اہم پیشقدمی کی ہے۔ وہ گذشتہ دو ماہ کے تدریجی دباؤ کا نتیجہ ہے۔ اس متحدہ فوج نے موسم بہار کے بعد ۲۰ میل شمال کی طرف ترقی کی ہے اور اب معتدبہ جمعیت کے ساتھ پیشقدمی کرکے کوہستانی اور دشوار گذار علاقہ میں ترقی کر رہی ہے۔ ساحلی علاقوں میں برطانیہ کے جنگی جہاز اٹلی کو مدد دے رہے اور اطالوی جو اویلونا سے ۱۰ میل شمال تک پہنچ گئے ہیں بظاہر دراز دپر فوجکشی کر رہے ہیں۔

جرمن وزیر خارجہ کا استعفا منظور

لندن ۹۔جولائی کوپن ہیگن۔ وولف ایجنسی کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ قیصر نے بیرن کوہل مین جرمن وزیر خارجہ کا استعفا منظور کرلیا ہے۔ اس کے جانشین کے لئے ہر ہنٹز سفیر کرسچیانا کا نام لیا جاتا ہے۔

لندن اور پیرس میں رائے زنی

لندن۔ اور پیرس کے اخبارات بیرن کوہل مین کے استعفیٰ کی خبر کو صحیح باور کر کے یہ خیال ظاہر کرتے ہیں۔ کہ عالمگیر جرمن اقتدار کے حامیوں نے فتح پائی ہے۔ اور غالباً اس کے بعد روس کے خلاف زیادہ زبردست تدابیر اختیار کی جائینگی۔ بالخصوص جبکہ مرباش قتل کر دیا گیا ہے نیز غالباً فرانس یا اٹلی میں عنقریب غیر معمولی جدوجہد کی جائیگی۔

برطانی نائب قونصل پر حملہ

لندن ۱۱۔جولائی۔ بونس ایرس سے ٹائمز کو اس مضمون کا تار پہنچا ہے کہ ولا کا سلڈر کے ہڑتالیوں نے برطانی نائب قونصل پر حملہ کر کے اسے زخمی کیا۔ اور اسے جبراً ہڑتالیوں کے مستقر میں لے گئے۔ جہاں اس کے ساتھ نامناسب سلوک کیا گیا۔ برطانی منسٹر نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی ہے۔

نیا سلطان ٹرکی

پرنس وحیدالدین بعد وفات سلطان محمد خامس تخت نشین ہوئے ہیں۔ جن کی عمر اس وقت ۵۷ سال کے قریب ہے۔

ہندوستان کی خبریں

پراسرار مرض معلوم ہوا ہے۔ کہ ہسپانیہ کا پراسرار مرض جس کے پہلے بمبئی میں نمودار ہونے کی خبر الفضل میں درج کی جا چکی ہے اب کلکتہ اور مدراس میں بھی پہنچ گیا ہے۔

بلوچستان میں امن بلوچستان کی تازہ خبروں سے پایا جاتا ہے کہ اب وہاں ہر طرح امن و امان ہے۔ کھتران قوم میں امن جرمانہ کی پہلی قسط ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ جو ان کی سابقہ بدعنوانیوں کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

ایک ہندوستانی پارلیمنٹ کی ممبری کا امیدوار پائنیر گزٹ میں کوئی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مسٹر یوسف علی کو ہوس آف کامنز کی ممبری کا خیال پیدا ہوا ہے۔

سپیشل پنجاب کانفرنس معلوم ہوا ہے کہ ۲۷-۲۸ جولائی کو امرتسر میں سپیشل پنجاب کانفرنس منعقد ہوگی۔

نیا قرضہ جنگ ۹-جولائی تک نئے قرضہ جنگ کا ہندوستان میں ۸ کروڑ ۶۸ لاکھ ۵۷ ہزار ۶ سو روپیہ جمع ہو چکا ہے۔

اسسٹنٹ ریکروٹنگ آفیسر گورنمنٹ ہند نے اس امر کو منظور کر لیا ہے۔ کہ ضرورت واقع ہونے پر سرحد حدود کے اندر غیر سرکاری اصحاب کو ضلع کے لفٹنٹ ریکروٹنگ افسروں کے طور پر مامور کیا جائے۔

ہندوستانی ڈاک ولایت میں پوسٹماسٹر جنرل لنڈن سے اطلاع شائع ہوئی ہے۔ کہ ۴-جون کو بمبئی سے جو ڈاک ولایت روانہ ہوئی تھی۔ وہ ۸ جولائی کو لنڈن پہنچ گئی ہے

اجرت اشتہارات الفضل ہفتہ وار

	صفحہ	کالم	نصف کالم	تہائی کالم	چوتھائی کالم
یکسال	۳۰۰	۱۰۰	۵۵	۳۶	۳۰
نصف سال	۱۵۰	۵۲	۲۸	۲۰	۱۶
سہ ماہی	۸۰	۳۰	۱۶	۱۲	۱۰
یکماہ	۲۸	۱۲	۸	۵	۴
دوبار	۱۸	۹	۶	۴	۳
یکبار	۱۱	۶	۴	۳	۲

ہفتہ میں دوبار چھپوانے کی اجرت اس سے دوگنی ہے اور فی سطر ۲ ؎ یکبار کے اور تقسیم کرائی ضمیمہ جو دو صفحے پر ہو بالمقطع چھ روپے لئے جائیں گے۔ اس سے زیادہ فی دو صفحہ ۴ فی سیکڑہ ریڈنگ میٹر میں اجرت ڈیوڑھی ہوگی۔ جو اشتہار چھپوانا چاہیں وہ پہلے مینیجر کو دکھا لیا جائے اس میں فحش الفاظ یا ایسے امراض کا ذکر نہ ہو۔ مینیجر کو ہر وقت اختیار حاصل ہے کہ کسی اشتہار کی اشاعت کو بند کر دے اور بقیہ اجرت واپس دیدے۔ اس اجرت میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ پس رعایت کے لئے خط و کتابت فضول ہے۔ (مینیجر الفضل قادیان)

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کیلئے شائع ہوا)